قندِ ہند

بات کچھ دن کی ہے، موسم تو بدل جانے دے،
تیری آنکھوں کے لیے خواب نئے لاؤں گا

فیض الحسن خیال

لندن اردو کی ایک یادگار تصویر
دائیں سے بائیں مسز صلاح الدین ناصر، فیض الحسن خیال، سلیمان اریب
علی سردار جعفری، خواجہ احمد عباس، رئیس اختر اور علاء الدین نوید دیکھے جا سکتے ہیں۔

جناب فیض الحسن خیال غزل سناتے ہوئے داد تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت سعید شہیدی،
ناصر نوید اور عزیز بھارتی دیکھے جا سکتے ہیں۔

سنہ شاعت:- پریل -۹۹۵

ب ر و ر:- یک ہزار

کتابت:- سلم خوشنویس / سدرہ یزر گر فکس، مہدی پٹنم، حیدر آباد، ے پی

قیمت:- دو سو روپے

ناشر:- دارہ تجدید دب اردو حیدر آباد

ملنے کا پتہ:-

ستوڈنٹس بک ہاؤز چار مینار، جسنی بلڈ پو چھٹی کمان، حیدر آباد

یا

بمکان مصنف:-

مکان نمبر- / ۱۰۰-۴-۱۰، موتی گلی، حیدر آباد ۰۰۰۰۔

فون نمبر: ۸۲۰۰ ۷۴

بیرون ملک: ۸ ڈالر جمع ڈاک خرچ

یا

۵ پونڈ جمع ڈاک خرچ

میں ممنون ہوں

میرے زیر نظر مجموعہ کدم "قند ہند" پر جن د نشور ورنہ تدین نے پنے مدبرنہ مضامین سے سرفراز فرمایہ ہے ن میں

- ع یجناب ڈ کٹر ر ج بہ در گوڑ
- ڈ کٹر مغنی تبسم، س بق صدر شعبہ ردو، ج معہ عثم نیہ
- پروفیسر یوسف سرمت، شعبہ ردو، ج معہ عثم نیہ
- ڈ کٹر رحمت یوسف زی، ریڈر شعبہ ردو، یونیورسٹی آف حیدر آب د
- ڈ کٹر محمد نور لدین، صدر شعبہ ردو، یونیورسٹی آف حیدر آب د
- محترمہ تبسم آر بیگم، یم ے ج معہ عثم نیہ

ور نگریزی مضامین کیلئے

- ع یجناب پروفیسر پی وی ش ستری
- ڈ کٹر صدیق نقوی ریڈر، شعبہ ت ریخ، ج معہ عثم نیہ
  (دکن کے یک ممت ز ش عر ور مورخ ہیں)

ہندی ور تلگو مضامین کے لئے

- ع یجناب پروفیسر موہن سنگھ صدر، شعبہ ہندی ج معہ عثم نیہ
- پروفیسر گوپی، صدر شعبہ تلگو ج معہ عثم نیہ

ش مل ہیں ورن تم م د نشور ورنہ تدین سے ظہ ر ممنونیت کے س تھ س تھ یہ بھی پن خوشگو ر فریضہ سمجھتا ہوں کہ ع یجناب نجم غزلی فری ...

(ب)

جرنسٹا سے بھی دلی اظہار ممنونیت کروں کہ انہوں میری خواہش پر پیش لفظ لکھنے کی زحمت فرمائی - اور اس حقیقت کا اظہار بھی یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آج سے ۱۰ سال قبل عزیز مجیب انجم خزری ہی کی تحریک پر مجھے اس طرح کے مجموعے کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تھا -

اور آج الحمد للہ کہ مکمل ۱۰ برس کی جانفشانی اور مختلف کٹھن مراحل سے ثابت قدمی کے ساتھ گزرنے کے بعد یہ کام بحسن خوبی تکمیل پایا - اور آج میں اپنی پوری عاجزی اور انکساری کے ساتھ یہ کہنے کے موقف میں ہوں کہ الحمد للہ میں نے یہ کارنامہ کر دکھایا -

طالب دعا

فیض حسن خیال

میرے زیرِ نظر مجموعۂ کلام "قندِ ہند" کے تراجم کے سلسلے میں حسبِ ذیل کا تہِ دل سے ممنون ہوں، جن کی ادب دوستی، رواداری اور علمی صلاحیت کے سبب اس کام کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

تلگو ترجمہ ـــــ جناب خواجہ معین الدین صاحب، لٹریری اسسٹنٹ

انگریزی ترجمہ ـــــ پروفیسر پی۔ وی۔ شاستری

ہندی ترجمہ ـــــ ہندی رسم الخط میں جناب عزیز احسن صاحب نے جو حیدرآباد کے شاعر ہیں اور جو عزیز بھارتی کے نام سے مشہور ہیں، منتقل کیا ہے۔ اور یہ بھی میں اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ جناب سلام خوشنویس، جو شعر و ادب کا سنجیدہ ذوق رکھتے ہیں اور فنِ میں ہندوپاک کے ممتاز اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں، نے میرے مجموعہ کلام کی خوشنویسی

جو غزل آپ کی
پسندِ خاطر ہو، اُسی کو
پہلی غزل
شمار کر لیجیے۔

خیال کی قوتِ اختراع

جناب فیض الحسن خیال — حیدرآباد کے ایک ممتاز شاعر ہیں۔ وہ نظم نگار بھی ہیں اور غزل گو بھی — ان کی فن کاری کے جوہر غزل میں زیادہ نمایاں ہوئے ہیں۔ غزل میں انھوں نے اس اسلوب کو اپنایا ہے، جسے فیض اور مجروح کے زیرِ اثر حیدرآباد میں شاہد صدیقی نے فروغ دیا تھا، جس میں کلاسیکی غزل کے استعاروں، عصرِ حاضر کے سیاسی، سماجی مسائل کی ترجمانی کا کام لیا جاتا ہے۔ فیض الحسن خیال نے اپنی قوتِ اختراع سے ان استعاروں کو نئے تلازمے بخشے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں انسان دوستی کے جذبات کو موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ نعت گوئی اور منقبت نگاری میں انھوں نے اپنا ایک خاص رنگ اختراع کیا ہے۔ رسمی مضامین سے گریز کرتے ہوئے انھوں نے ان اصناف کو اپنی قلبی واردات اور جذبات سے مملو کیا ہے جس کی وجہ سے ان میں خاص تاثیر پیدا ہوگئی ہے۔

خیال صاحب کے اس مجموعۂ کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اصل اردو متن کے ساتھ انگریزی، ہندی اور تلگو تراجم بھی شامل ہیں۔ شاید یہ پہلا موقع ہے کہ کسی شاعر کا کلام بیک وقت چار زبانوں میں یکجا شائع ہو رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ادب دوست حلقوں میں "قندِ ہند" کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

پروفیسر مغنی تبسم

۷/اپریل ۱۹۹۵ء حیدرآباد

تم نے میخ نے کے چہرے پہ بھی کھینچی ہے لکیر
ہم نے صحر بھی سج نے ک قسم کھ ئی ہے!

یہ شعر فیض حسن خی ل کے جذب تی مرکز ک طرف شارہ کرت ہے۔ نس نیت کے دشمنوں نے مے خ نہ کے چہرہ پر بھی "لکیر" کھینچ دی ہے۔ لیکن فیض لحسن خی ل کے حوصلے دیکھئے کہ س نے صحر کو بھی سج نے ک قسم کھ رکھی ہے۔ بس "صحر کو بھی سج نے" ک سی ہمّت نے خی ل کے شعر کو نی پن عط کی ہے۔

غزل یک بڑی جدّ ت قسم ک ور نتہ ئی مقبول صنفِ ش عری ہے۔ ج نے کتنے سیکڑوں برسوں سے کہی ج تی رہی ہے۔ شروع یر ن میں ہوئی لیکن ب س خطّہ ک ہر زب ن میں کہی ج نے لگی ہے۔ وہ زم نہ ختم ہو گی جب غزل محض معشوق سے ب ت کرنے، س ک بے لتف تی ک شکوہ کرنے ور رقیب کے خلاف جلے پھپھولے پھوڑنے کے لیے ہی کہی ج تی تھی۔ یک وہ زم نہ تھ جبکہ غزل ک تنگ د م نی ک شکیت ک ج تی تھی ور تحریکِ آزدی کے دَور میں ب لخصوص س سے پہلے نش ۃ لث نیہ کے دَور میں جب صلاحی ور نقلابی ش عری ک ضرورت ہوئی تو نظم کو بول ب ل تھ۔

ترقی پسندی کے دَور میں غزل کو نی موڑ دی گی، ب د ست نِ دل ہی نہیں، د ست نِ حی ت بلکہ جہدِ حی ت کے رموز بھی غزل میں بی ن ہونے لگے۔ غزل نے پن د من پھیل دی ور نس نیت کے س رے کرب ن کیوں ور آسودگیوں کو پنے ندر سمیٹ لی۔

بس یہی "نیا پن" ہے، جس نے غزل کو اور بھی مقبول بنا دیا، اس کی اپنی جمالیات تھی ہی، اب نئے موڑ نے اسے نئے ابعاد عطا کیے اور وہ اور بھی نکھر آئی۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ نئے حالات پیدا ہوتے ہیں، نئے دور کے نئے تقاضے ہوتے ہیں اور یہی وہ عوامل ہیں جو نئے الفاظ اور اسلوب ہی نہیں پیدا کرتے بلکہ پرانے الفاظ کو نیا مفہوم عطا کرتے ہیں، لفظ علامت بن جاتا ہے۔ اور علامت کے متعدد پہلو نکل آتے ہیں۔ یہ سب نئے پہلو اور نئے مطالب زندگی اور زندگی کی کشمکش کے آفریدہ ہوتے ہیں۔

یہ سوچ میں ہوں کہ کس نام سے پکاروں تجھے!
نظر میں پھول ہے، ہاتھوں میں تیرے پتھر ہے

یہ غزل کا ایک شعر ہے۔ قاری اپنے تجربے اور شاید اپنے وقتیہ موڈ کی بنا پر اس کا مطلب نکالے گا، یہ محض معشوق کے دوہرے کردار کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، ایسا دوست بھی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں اب پتھر آ گیا ہے۔ یہ وہ شہر ہو سکتا ہے، حاکمِ وقت ہو سکتا ہے، جہاں مصلحت کچھ ہوتی ہے اور نیت کچھ کر دیتی ہے۔ پھول اگر مصلحت ہے تو پتھر نیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ نئی منظر نگاری کی دین ہے اور فیض الحسن خیال نے اس پر توجہ خاص کی ہے۔

"قندِ ہند" فیض الحسن خیال کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ لگتا ہے خیال اپنے ہر مجموعہ کے لیے ایک (۷) سالہ پلان رکھتے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں پہلا مجموعہ "موجِ صبا" شائع کیا تھا۔ ۱۹۶۵ء میں "صبح کا سورج" شائع ہوا۔ ۱۹۷۲ء میں "کانچ کا شہر" چھپا۔ اور اب ۱۹۷۹ء میں خیال اپنا چوتھا مجموعہ "قندِ ہند" لے کر اپنے قارئین کے سامنے آئے ہیں۔

اس مجموعہ میں دو نعتیں، ایک منقبت، [illegible] غزلیں اور [illegible] نظمیں ہیں۔

خیال بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور پڑھتے بھی خوب ہیں۔ حیدرآباد میں آزادی کے بعد شاعروں کی جو نئی کھیپ سامنے آئی ہے، اس میں فیض الحسن خیال ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں ملک جس کربناک دور سے گزر رہا ہے، یہی کرب اس مجموعہ کی

اکثر وبیشتر غزلوں کی تہ میں محسوس ہوتا ہے۔

ہر حرف آگ کا طوفاں ہے جہاں تک پہنچے
دیکھئے شہر کے حالات کہاں تک پہنچے

۶ سرخرو کون ہے اس دور میں قاتل کے سوا

اس مصرع پر غور کیجئے۔ قاتل کے ہاتھ سرخ ہوتے ہیں اور خون میں تو مقتول لتھڑا ہوتا ہے، لیکن ایک عجیب دور ہم پر مسلّط ہے۔ قاتل کو اب ایک معتبری حاصل ہوگئی ہے، وہ سماج میں "سرخرو" ہوگیا ہے، یہ تغیر کس قدر اذیت ناک ہے؟ سماج کے زوال اور انسان کی پستی کی طرف کتنا بلیغ اشارہ ہے!

اس دور میں انسان کی بے بسی دیکھئے:

چارہ گر بھی وہی، قاتل وہی، حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری نوکِ زباں تک پہنچے

جب چارہ گر و قاتل و حاکم ایک ہی فرد ہو تو کس سے فریاد کی جائے؟

اس شعر پر غور کیجئے:

دوستو! اپنے مکانوں سے نکل کر دیکھو
جس کے آنگن میں اجالا ہے پریشان ہے بہت

اجالا تو اندھیروں کے بعد بڑی خوش آئند ہوتا ہے، لیکن یہ کیسا اجالا ہے؟ کیسا گھر جگمگا رہا ہے؟ اور ان ہی شعلوں کی روشنی آنگن میں اجالا کر رہی ہے؟ کہیں یہ ان شعلوں کا اجالا تو نہیں جو پڑوس کا گھر جلنے سے اٹھ رہا ہے؟ یا پھر ایسا تو نہیں کہ پڑوس کے گھر کو جلانے کے بدلے کسی نے اپنے ہی گھر کو آگ لگا دی؟ غرض پریشان بہت ہے۔ اب یہ شعر دیکھئے:

نام لے کر کبھی مندر کا، کبھی مسجد کا
مشغلہ ڈھونڈ رہے ہیں ستم آرائی کا

اس موضوع کو اپنے دامن میں لیے ہوئے خلیل کی غزلوں میں متعدد شعر ملیں گے۔

ہر حرف آگ کی صورت ہے جہاں تک پہنچے
دیکھئے شہر کے حالات کہاں تک پہنچے

صبح دم جس کی شعاعوں میں تھا پیغامِ حیات
دوپہر کو اسی سورج نے جلایا ہے مجھے

لیکن خیال، یاس نہیں ہے، امید کی خوشی ہی اُسے جینے کا حوصلہ دیتی ہے ؎

نفرتوں کو جو ہے موسم وہ بدل جائے گا
وقت اب آ گیا قاتل تری پسپائی کا

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے ؎

ساحل کو قتل کرنے کی ہے سازش
سمندر پر بھی جو پیاسا کھڑا ہے

اور ملک میں ایسے بھی طبقات ہیں، جن کے دم سے یہ ملک آباد ہے۔ مزدوروں کی محنت، کسانوں کا عزم و استقلال اور اقلیتوں سمیت ہمارے سبھی عوام کی جدوجہد نے اس ملک کو بنایا، سجایا، آج وہی محروم ہیں، انہی کے ساتھ انصاف نہیں۔ لیکن مصلحت دیکھئے، انہیں بڑے ہی خوبصورت نام دیے ہیں ؎

جس کو مٹی بھی میسر نہیں میخانے کی
اس کو پھر کس لیے مے خوار یہاں کہتے ہیں

اور پھر ہم ہیں کہ ہر کس و ناکس کے پیچھے چل پڑتے ہیں ؎

ایک دو جام کی توفیق نہیں ہوتی جسے
ایسے ہر شخص کو ہم پیرِ مغاں کہتے ہیں

پھر یہ شعر ؎

جتنے قدآور تھے وہ بونوں کی صف میں آ گئے
گونگے لوگوں کا ہے کیسا حشر تو دیکھئے

اور یہ شعر

آج مے خانے میں ہر سمت سے پتھر آئے
کس کو فرزانہ کہا کس کو دِوانہ کہیے

"زندگی کی آزمائش ہے" وہ کہاں جائے گی؟

صلیبوں پر سجے گی یہ چمن میں
یہی تو زندگی سے پوچھنا ہے

اِن اشعار پر غور فرمایئے ؏

رِند سارے محفل میں خالی جام بیٹھے ہیں
شہر میں خیالِ آب کے تشنگی کا موسم ہے

بجھ گیا ہوں میں لیکن شہر تیرا روشن ہے
بے چراغ محفل کی آبرو مرا غم ہے

تب پرندوں کی اڑانوں کا ہمیں آیا خیال
جب پرندے اڑ گئے گلشن کے سارے دیکھیے

نئی بہار نے پیرہن قدم جماتے ہی
چمن میں پیرہنِ گل کو تار تار کیے

کام آیا ہے چراغوں کی طرح جلنا
ہم سے مانوس ہوا جاتا ہے پروانہ کیوں

میں قارئین کی توجہ خاص طور پر اس شعر کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا ؏

شعورِ اہلِ خرد کے حدود دَیر و حرم
صلیب و دار سرِ سمت دیوانگی کے لیے

یہاں عادل نیّر خیالی، فکرِ اقبال سے اخذ کرتے ہیں۔ اقبال نے عقل و عشق کی آویزش پر بہت لکھا ہے اور ترجیح عشق کو دی ہے۔ عشق تو آتشِ نمرود میں دیوانہ وار کود پڑا، لیکن عقل محوِ تماشا

ہی رہی ۔ خیال بھی یہی کہتے ہیں ۔ ہاں خرد کے شعور نے نہیں دیر وحرم میں محصور رکھا اور عشق کے دیوانے پن نے اسے صلیبوں کی راہ دکھائی ۔

دکن سے خیال کو والہانہ محبت بھی ہے اور شاید اردو کے ناتے وادئ گنگ وجمن کے علاقے سے بھی ۔

چلے تو صبح بنارس رکے تو شامِ اودھ
بس اس کے بعد کا ہر راستہ دکن کے لیے

دکن سے بے پناہ عقیدت نے ان کو اس کی محبوب رت سے محروم کر دیا ۔
لیکن اس شعر کے مطابق خیال کی ہر راہ دکن کے دل خوش کن راستوں سے عبارت ہے ۔

راج بہادر گوڑ

حیدرآباد

۳ اپریل ۲۰۰۵ء

(راج بہادر گوڑ)

خیالؔ اور "قندِ ہند"

فیض الحسن خیالؔ کا شمار ہندوستان کے ان غزل گو شعرا میں کیا جا سکتا ہے، جن کے مجموعہ ہائے کلام، آزاد ہندوستان کی اُردو شاعری کے تدریجی ارتقا پر محیط ہیں۔

خیالؔ نہ صرف خوش فکر ہیں بلکہ خوش گو بھی ——— فنکار کے تعلق سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جیسے جیسے اُس کی عُمر میں اضافہ ہوتا رہے، ویسے ویسے اس کا فن جوان ہوتا جاتا ہے اِس لحاظ سے یہ دَور گویا خیالؔ کے فن کا عُنفوانِ شباب ہے۔ ان کے فن میں جو ارتقا ہوا ہے اسے ان کے مختلف مجموعہ ہائے کلام میں دیکھا جا سکتا ہے۔ گزشتہ ربع صدی میں ان کے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام "موجِ صبا" ۱۹۶۵ء میں اشاعت پذیر ہوا ——— "موجِ صبا" پیشِ خیمہ ثابت ہوئی "صورِ آفتاب" کی۔ اسی وجہ سے ان کا دوسرا مجموعۂ کلام "صبح کا سورج" کے عُنوان سے منظرِ عام پر آیا۔ سورج کی روشنی کے بغیر "کانچ کا شہر" کس طرح جگمگا سکتا ہے، چنانچہ ان کا تیسرا مجموعہ "کانچ کا شہر" کہلایا۔

زیرِ نظر مجموعہ "قندِ ہند" ان کا چوتھا مجموعۂ کلام ہے۔ خیالؔ بُنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ یہ دَور، قدیم اندازِ غزل گوئی کا نہیں ہے۔ کیونکہ موجودہ حالات نے "فکرِ جمیل" کو "خوابِ پریشاں" بنا دیا ہے۔ ایسے ہی حالات نے جگرؔ کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ ؎

فکرِ جمیل خوابِ پریشاں ہے آج کل
شاعر نہیں ہے وہ جو غزل خواں ہے آج کل

لیکن "تنگنائے غزل" کی وسعتیں بھی قیامت کی ہیں، جس میں غالب جیسے نابغہ شاعر کی وسعت بیانی بھی آسانی سے سما جاتی ہے۔

حالی جو روایتی غزل گوئی سے نالاں تھے، غالب کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے شعوری طور پر تنگنائے غزل کی پہنائیوں کا اندازہ لگایا اور اسی وجہ سے یہ مشورہ دیا کہ غزل میں ہر قسم کے خیالات کو پیش کرنا چاہیے۔

موجودہ زمانے میں فکرِ جمیل کو "خواب پریشاں" بننے سے اسی صورت میں بچایا جا سکتا ہے کہ عصرِ حاضر کے درد و آگہی کو بیگانۂ غزل میں حسن کارانہ انداز میں پیش کیا جائے۔ خیال کی غزل گوئی اسی حقّاعی کی ہو رہا ہے۔ یہاں خیال کی فکر و خیال کے شعری آئینہ پر پرکھا جائے تو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ خیال نے اپنے عہد کے کرب و آگہی کو کس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے ؎

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لیے
گلاب گاتا رہا کل تک یہاں جو خیال
رسے ہیں خار اُسے اپنے پیرہن کے لیے

خیال کی شاعری میں صرف محبوب کی زلفِ گرہ گیر سے کھیلنا ہی نہیں ہے بلکہ اپنے عصر کا عکس اپنی پوری شعوری کوشش کے ساتھ جھلکتی ہے اور اسی لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خیال نے اپنے عصر کو اپنی شاعری میں فن کارانہ حسن کے ساتھ سمیٹ لیا ہے۔ جب ہی تو خیال کا آہنگ یہ کہہ جاتا ہے ؎

جس جگہ روز سسکتے ہیں حوادث کے چراغ
ایسے میخانے کو مقتل کے سوا کیا کہیے

تو خیال کے زمان و مکاں کے کرب ناک مناظر ہی نہیں بلکہ خیال کا تڑپتا دل بھی سامنے آ جاتا ہے، جو زمانے کی اس روش پر سخت سخت ہے اور انسانیت کے خون پر پردہ پڑا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس درد کا مداوا چاہتا ہے۔

وہ حق وصداقت کے خلاف ہو تو دور رہتا ہے، سننا بھی گوارہ نہیں کرتے تبھی تو انھوں نے اپنی داخلی حسیت کا گلا نہیں گھوٹا اور ظلمت کو نور کہنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوئے ؎

وہ کہتے ہیں کہ قاتل کو مسیحا کہیے
کیسے ممکن ہے اندھیروں کو اجالا کہیے

زبان یقیناً قوت گویائی کا واحد ذریعہ ہے۔ لیکن کبھی کبھی جب یہ خاموشی اختیار کر لیتی ہے تو دوسرے اعضائے بدن مثلاً آنکھ وغیرہ یہ کام انجام دے جاتے ہیں، کیونکہ خیال نے "اشکِ رواں" سے جو کام لیا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ ان کی خاموشی پر ہزار نطق کو قربان کیا جا سکتا ہے۔ دیکھیے گلشن کی بربادی کی کیسی عبرتناک تصویر پیش کی ہے ؎

مجھ سے کیا پوچھتے ہو دوستو، روداد چمن
حال گلشن کا مرے اشکِ رواں کہتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ شاعری میں حسیت بہت زیادہ ہوتی ہے اور یہی حسیت اس کے داخلی کرب کی علامت بن کر ابھرتی ہے۔ اس طرح شاعر بکھرتا ہے اور نکھرتا ہے اور یہی جلا اس شاعر کے لیے مقدرِ فکر بھی ہے اور آبِ حیات بھی۔

فکرِ خیال نے ایک اور موقع پر کتنی نازک حقیقت کو بے نقاب کیا ہے ؎

اپنے خون کا انصاف کس سے چاہتا ہے
مسیح وقت تو قاتل کے گھر میں بیٹھا ہے

خیال نے اپنے کلام میں نہ صرف اپنے عصر کی عکاسی کی ہے بلکہ قومی اتحاد بھی دیا ہے۔ چنانچہ ان کا یہ شعر ؎

نام لے کر کبھی مندر، کبھی مسجد کا لوگ
مشغلہ ڈھونڈ رہے ہیں ستم آرائی کا

خیال کے کلام میں شکوہ ان کی اس نیرنگیٔ خیال کا مظہر ہے جو انھیں ہندوستان کے صف کے شعراء کے مقابل لا کھڑا کر دیتا ہے۔ ایک جگہ یہی خیال یوں بیان ہو گئے ہیں ؎

دیا جس نے زمانے بھر کو دھوکا
بھلا اس کا زمانے میں ہوا ہے

ایک اور مقام پر ان کا مشاہدہ انھیں تڑپا کر رکھ دیتا ہے اور وہ چیخ اٹھتے ہیں ؎

آئینوں کے شہروں میں پتھروں کا موسم ہے — ہر گلی میں بستی کے قاتلوں کا پرچم ہے

کہیں کوئی کہ گلستاں میں سانس رکنے لگی — نہ جانے قافلۂ گل کہاں پہ ٹھہرا ہے

نظر ہے سب کی تبسم نواز چہروں پر — گزر رہی ہے جو ہم پر یہ کس نے دیکھا ہے

مذکورہ اشعار خیال کے متنوّع کلام کا صرف ایک رخ ہے، ایک پہلو ہے، ایک جھلک ہے۔

زیر نظر مجموعہ "قند ہند" خیال کی بے پناہ ریاضت، وسعت نظر اور فنی کمالات کی اس طرح عکاسی کرتا ہے کہ کسی طرح کی بھی حرف گیری مشکل دکھائی دیتی ہے۔ ایک اور خاص بات یہ ہے کہ ان کا یہ مجموعہ کلام بیک وقت و بیک جلد چار زبانوں میں بہت اچھے اور دلکش انداز میں منظر عام پر آ رہا ہے۔ اس طرح کا شعری مجموعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور افتراق میں جبکہ زبان، رنگ، نسل، علاقہ اور مذہب کے بکھیڑے عام ہیں! خیال کی ایسی شعوری کوشش ہے جو کثرت میں وحدت کے نظریہ کو عام کرنا چاہتی ہے اور ختم ذات کی خلیج کو پاٹ کر پیار و محبت، ایثار و ہمدردی، اتفاق و اتحاد اور قومی یکجہتی کے جذبات کو عام کرنا چاہتی ہے تاکہ انسانیت پھر سے پروان چڑھے اور مقام حاصل کرے اور دنیائے ہند پھر وہ چمن زار بن جائے جس میں گوناگوں رنگ و بو کے پھول کھلتے ہیں، خوشبو مہکتی رہے، فضا پیار و محبت کا گہوارہ بن جائے۔ امید ہے کہ دوسرے شعرا کے لیے بھی یہ کوشش مشعل راہ ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ خیال کے اشعار آئندہ بھی ــــ "آئینہ بن کے زمانے پہ نظر رکھیں گے"

یوسف سرمست
صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی

"کنعان"
روڈ نمبر ۳، بنجارہ ہلز، حیدرآباد ۳۴

غزل اور شعر

فیض الحسن خیال شہر حیدرآباد کے ایک خوش فکر و پختہ مشق سخنور ہیں۔ ان کا تخلیقی سفر موج صبا کے دوش پر شروع ہوا۔ وقت اور حالات کی سنگلاخ وادیوں، برف پوش کہساروں گنگناتے آبشاروں اور جاں بخش سبزہ زاروں سے گزرتا ہوا ان کا فن صبح کا سورج بن کر افق ادب پر طلوع ہوا۔ اس کے بعد ان کے اندر چھپے ہوئے فنکار نے اپنی آتش نفسی سے ریزہ ریزہ فکر و خیال کو سخن کے سانچے میں پگھلا کر کانچ کا شہر آباد کیا۔ اب وہ پوری حسن نیت کے ساتھ "قند ہند" کا خوان سجائے محفل سخن میں آئے ہیں۔ موج صبا سے قند ہند تک خیال کا ذہنی و فکری ارتقاء لطافت روشنی، نزاکت اور شیرینی سے عبارت ہے۔

خیال کے ہاں شاعری محض روایت سے نسبت اور فسانوی مشاہدات کا بیان ہی کا نام نہیں ہے بلکہ یہ کتاب دل کی تفسیر اور صحیفہ روح کی ترجمان ہے۔

سمجھ کے سوچ کے پڑھنا خیال دل کی کتاب
یہ شاعری ہے فسانوں کی یہ کتاب نہیں

جس کی شاداب تمنا بھی ہے گلزار بھی ہے
اس کا فن دوستو شعلہ بھی ہے تلوار بھی ہے

اقبال نے شاعر کو سماج کی آنکھ کہا ہے جو ایسی درد مند ہوتی ہے کہ جسم میں خواہ کہیں تکلیف ہو فوراً اشکبار ہو جاتی ہے۔ آنکھ کا یہ غم اس کا اپنا نہیں بلکہ سارے بدن کا غم اس کا اپنا ہے۔ یعنی ایک حساس اور باریک بین شاعر کا یہ غم ذات اور انفرادی جذبات کی سطح سے اونچا اور ارفع ہوتا ہے۔ زمانے کا سارا کرب اور وقت کا سارا غم و اندوہ اسکی شاعری میں سمٹ آتا ہے۔ ایلیٹ نے جب یہ کہا تھا کہ شاعری جذبات کے اظہار کا نام نہیں بلکہ جذبات سے فرار کا نام ہے تو اس کا عندیہ یہی تھا کہ

شاعری فرد واحد کی نہیں بلکہ اپنے وقت کی آواز بن جائے۔ وہ صرف فرد واحد کے جذبات کا آئینہ نہ ہو بلکہ اس میں روح عصر کی دھڑکنیں سنائی دیں۔ پیش نظر مجموعے کی ایک خاص خوبی یہی ہے کہ اس کے خالق نے اپنے فن کو ذاتی غم و آلام کی آلائش سے آلودہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنے دور کے اجتماعی مسائل کے ابلاغ کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس میں محرومی ذات اور غم جاناں کا ذکر آیا بھی ہے تو نہایت سلیقے اور تعمیم کے ساتھ زمانے کی نبض کے تاروں کو اپنے ساز دل سے ہم آہنگ کرنا، شائستگی دل کی صدا کو ساز عصر کی لے بنانا شاعری نہیں ساحری ہے۔ اور خیال اس راز سے خوب آشنا ہیں۔

خیال آزادی کے بعد کے دور سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے کلام میں ان تمام مسائل و مصائب اور نشیب و فراز کا حوالہ ملتا ہے جس سے ملک کا ایک مخصوص طبقہ مسلسل دوچار رہا ہے۔ محرومی، پسماندگی اور پستی و نکبت کا شکار اس انسانی گروہ کے ساتھ دوہرا المیہ یہ ہے کہ یہی کبھی چمن کی تقدیر کو سنوارنے اور رونق گلستاں کو نکھارنے والا تھا۔ اس نے اپنے خون دل سے اس چمن کی ایک ایک کیاری سینچی تھی لیکن گردش وقت نے بہار کی رعنائیوں پر سے اس کا استحقاق چھین لیا۔ یہ دیکھ کر فنکار کا حساس قلب تڑپ اٹھتا ہے اور وہ بہار چمن رات اور شبستان کے ستمدیدوں کی روایتی زمین میں فکر و خیال کی تازگی اور نئی معنویت کے گہرے نقوش اس طرح مہکاتا ہے۔

نئی بہار نے پھر قدم جماتے ہیں
چمن میں پیرہن گل کو تار تار کیا
ہزاروں پھول کھلائے تھے جس نے گلشن میں
وہ اک کلی کے تبسم کو اب ترستا ہے

گرب   گ‌تارہا کی   تہ‌ک   یہاں جو خیال
ے   ہیں   خو‌راسے   پنے   پیرہن   کے   لئے

ردو صنف سخن میں غزل بڑی سخت ج ن و قع ہوئی ہے یہ کبھی مورد لز م رہی
ور کبھی مورد ند م ۔ بعضوں نے سے ۔ ئق گردن زدنی ٹھہر یا تو بعضوں نے آبروئے
تہذیب قرار دیا ۔ و قعہ یہ ہے کہ س میں تنی وسعت ور لچک موجود ہے کہ وہ ہر عہد
کے تقاضوں ور ہر نسل کے تخلیقی مز ج ور ہر دور کی خوشبو کے س تھ قدم بہ قدم چل
سکتی ہے ۔ رو یتی غزل گل و بلبل کے تذکروں ور لب و ع رض کی گفتگو سے عب رت
رہی لیکن قدیم دور کے س تذہ نے سے تصوف، تفلسف ور تغزل سے بھی ... ن کیا
ور تشنگی ئے غزل میں کم ل معنی آفرینی کے ذریعہ یک جہ ن معنی کی تخلیق کی ۔ پیش
نظر مجموعہ کی غزلوں کے فکری و فنی دھارے رو یتی ش عری کے سرچشمے سے ج ملتے ہیں
لیکن رو یت کی پ سد ری کے س تھ ش عر نے زب ن و بی ن کے کہنہ و فرسودہ س نچوں
ور پ ... ل موضوعات سے گریز کیا ہے ۔ ور آج کے نس ن کو در پیش مس ئل ور عصر
ح ضر کی زندگی کی پیچیدگیوں کو خب ر کے نئے س نچوں میں ڈھ لا ہے جس کی وجہ سے
ن غزلوں کا مط لعہ کرتے ہوئے یک نئی قسم کی فرحت ، ت زگی ور خوشگو ری
کا حس س ہوت ہے ۔ مثل ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں ۔

پرندے   بھول   گئے   پنی   ش م   کی   پرو ز
تمہ ری   جلوہ   گری   کا   عجیب   منظر   ہے

قدم   قدم   پہ   ہیں   سورج   کے   آئینے   لیکن
ترس   رہے   زمانہ   کرن   کرن   کے   لئے

یہ   نظ م   چمن   ہے   کی   وبا   ہے   یارو
پھول   سے   چہرے   بھی   ب   جورِ خزاں   تک   پہنچے

مظلومیت اور بے بسی کی شدت اور ظلم و بربریت کی انتہا دیکھئے کہ مسیحِ وقت کی قاتل سے ساز باز ہے اور قاتل ہی مسندِ اقتدار پر فائز ہے کسے وہ کریں کس سے منصفی چاہیں۔

تو اپنے خون کا انصاف کس سے چاہتا ہے
مسیحِ وقت تو قاتل کے گھر میں بیٹھا ہے
چارہ گر بھی وہی قاتل وہی حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری نوکِ زباں تک پہنچے

زمانہ ہزار مخالف ہو مشکلات و شدائد کے طوفان کیوں نہ اٹھ رہے ہوں لیکن عزم و ثبات کا یہ عالم ہے کہ آشیانے کو بہر حال بچا رکھا ہے کیونکہ یہ نہ صرف وجود کی بقا کا ذریعہ ہے بلکہ شناخت کا وسیلہ بھی ہے

کتنی آندھیاں آئیں کتنے مرحلے آئے
دیکھئے سلامت ہے اب بھی آشیاں اپنا
ہم غمِ دوراں کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں دوستو
پھر بھی لب پر ہے ہمارے شادمانی دیکھئے

اپنے وطن کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے اور سرزمینِ دکن تو بہر حال تمام علاقۂ ہند میں ایک امتیاز رکھتی ہے یہاں کی تہذیب تاریخ محبت اور عظمت اپنا جواب نہیں رکھتی ہے۔

اچھے تو صبحِ بنارس رہے، تو شامِ اودھ
بس اک نظر کے بعد کی ہر اک دکن کے لئے

غزل کی روایتی موضوعات کو حسن کی تازگی دینے کے علاوہ خیال نے بالکل

جدید لب و لہجے کے شعر بھی کہے ہیں۔ ان شعر میں عصری حسیت بھی پائی جاتی ہے۔ مسائل کا ادراک بھی ہے لیکن جدیدیت کا استعمال برائے ژولیدگی اور علامتوں کی تجرید نہیں ہے بلکہ آج کے انسان کے تجربات کو تخلیقی ہنرمندی کے ساتھ نئی لیکن واضح علامتوں اور شگفتہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

ریگزاروں کا سفر تھا مری تنہائی کا
کوئی پودا بھی نہ تھا راہ میں شناسائی کا
صرف خوشبو تری آواز کی رخشندہ تھی
اک سمندر تھا ترے حسن کی رعنائی کا

رزق ان کے بال و پر ہیں روشنی ان کی اڑان
کتنی پیاری ہے پرندوں کی کہانی دیکھئے

تو موسموں کی طرح ہر نظر میں رہتا ہے
ترا وجود لباس سحر میں رہتا ہے

اڑان جتنی ہو اتنا ہی رزق ملتا ہے
ہواں بار و پر جو سمت تو کچھ ملا نہیں

اس خوبصورت مجموعے کی اشاعت پر میں ممتاز شاعر جناب فیض حسن خیال کو دلی تہنیت پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد نورالدین
صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد

तु सदरे मम्लूकत है. मो .ब्बत का.
प्यार का
तु आईना है आ ेना. उल्फत का. प्यार
का
तू ्तबारे वफ । है. हर ्तेबार से
तेरा पयाम ोगा. सद -खत का.
प्यार का

"قند ہند" — ایک اہم ادبی سفر

از - ڈاکٹر رحمت یوسف زئی
ریڈر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد

عرصہ ہوا، پٹنہ کالج میں تقریر کرتے ہوئے آل احمد سرور نے اردو ادب کو تہی مایہ کہا تھا۔ لیکن یہ اس وقت کی بات تھی جب آتش جوان بلکہ نوجوان تھا۔ اردو ادب نہ آزادی سے قبل تہی مایہ تھا نہ اس کے بعد تہی مایہ رہا۔ بلکہ پچھلی نصف صدی میں تو اردو کے سرمایہ میں کافی گرانقدر اضافے ہوئے ہیں۔ نئے تجربے ہوئے ہیں، اظہار کے اسالیب بدلے ہیں اور اصناف کے اعتبار سے بھی کئی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں مگر ایک چیز جو ابتدائی دور سے آج تک اردو ادب پر حاوی ہے وہ ہے غزل، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے۔

غزل کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے عصر کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس صنف میں اپنے عہد سے استفادہ کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ اسی لئے چندر بھان برہمن سے لیکر اس عہد تک غزل یکساں طور پر مقبول رہی ہے۔ زمانے نے انداز بدل ڈالے تو اس میں تیکھا پن پیدا کیا اور کہیں کھردرا پن اس حد تک داخل ہو گیا کہ غزل کی لطافت بظاہر متاثر ہوئی۔ لیکن اس کھردرے پن میں بھی اگر خون جگر اور جذب دروں کی آمیزش ہوئی تو وہاں ایک کیفیت ابھری۔ رومانیت پسندی سے ترقی پسندی تک اور ترقی پسندی سے جدیدیت، وجودیت وغیرہ وغیرہ تک اردو شاعری نے جو سفر طے کیا اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ روایت اور جدت کے امتزاج سے جو تخلیقات وجود میں آئیں ان کا کینوس کچھ اور ہی رہا۔ شعری مسلک چاہے

کچھ ہو، جذبہ کی شدت ہو تو احساسات کا سمندر موجزن نظر آتا ہے۔ ایسے شعرا جنہوں نے روایت پسندی کے باوجود جدت کو شعار بنایا، ان کے ہاں عصری آگہی کا کرب بھی کروٹیں لیتا نظر آتا ہے۔ ایسے ہی شعرا میں فیض حسن خیال کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔

فیض حسن خیال کوئی چالیس برس سے شعر کہہ رہے ہیں۔ ان کے اب تک تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا مجموعہ "موج صبا" ۱۹۷۵ء میں دوسرا مجموعہ ۱۹۷۷ء میں اور تیسرا مجموعہ "کانچ کا شہر" ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔ زیر نظر مجموعہ فیض حسن خیال کا چوتھا مجموعہ ہے لیکن اس کی حیثیت بالکل مختلف ہے کیوں کہ اس میں فیض حسن خیال کی اردو شاعری کے ساتھ ساتھ اس کا انگریزی، تلگو اور ہندی میں ترجمہ بھی شامل ہے اور اس طرح فیض حسن خیال نے ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی ہے۔ ویسے تو اکثر شعرا کے کلام کے ترجمے دوسری زبانوں میں شائع ہوتے رہے ہیں لیکن بیک وقت تین زبانوں میں ترجمہ اصل کلام کے ساتھ شائع کرنے کی یہ بالکل پہلی مثال ہے اور اگر کوئی ہے تو میری نظر سے نہیں گذری۔

فیض حسن خیال نے چالیس سال قبل سے شعر کہنے شروع کئے تھے اور تب سے اب تک کئی نقادوں نے ان کے کلام پر اظہار رائے کیا ہے اور سب نے ایک بات ضرور کہی ہے کہ خیال کے ہاں خلوص کی ایسی گرمی ہے جو تجربہ کی آنچ میں جلنے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ خیال نے زندگی کے تجربات سے جو کچھ حاصل کیا اور محسوس کیا اس کو شعر کے سانچے میں ڈھال دیا۔ فیض حسن خیال نے انسان کی بے بضاعتی کو بھی محسوس کیا ہے اور انہیں انسان کی خلاقانہ صلاحیتوں کا بھی ادراک ہے۔ زندگی کی اخلاقی قدریں ان کی شاعری کا محور بنیں۔ سماج میں جب بھی ان قدروں سے صرف نظر کیا گیا تو ایسے گھاؤ پیدا ہوئے جن سے زندگی کا لہو رسنے لگا۔ خیال نے مختلف اصناف میں سخن آرائی کی ہے لیکن ان کے کلام کا غالب عنصر غزل ہے۔ انہوں نے نئے جذبات

اور رنگینیت کو غزل کے سانچے میں ڈھال کر شاعری کو فکر اور حسن سے مربوط کر دیا ہے۔

غزل کے علاوہ خیال نے حمد، نعت اور منقبت بھی کہی ہے "تندِ ہند" میں یہ سبھی چیزیں موجود ہیں۔ لیکن بنیادی حیثیت غزل کو حاصل ہے۔ خیال کے مترجمین نے ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے کہ اس انتخاب سے خیال کی شخصیت اور ادبی مقام کا کچھ حد تک ہی سہی تعین ہو سکے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ صرف چند منتخب تخلیقات کو سامنے رکھ کر پوری ادبی شخصیت کو سمجھا نہیں جا سکتا اس کے لئے خیال کے تمام شعری سرمائے کو سامنے رکھنا ضروری ہے تاکہ خیال کے کلام، اسلوب اور شعری سفر کا جائزہ لیا جا سکے لیکن چونکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مختلف زبانوں کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو کم کیا جائے اس لئے اس مجموعہ میں ایسی تخلیقات کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا اردو ترجمہ ہو چکا تھا یا جنہیں مترجمین نے ترجمہ کرنے کے قابل سمجھا۔

فیض الحسن خیال نے جب شاعری شروع کی تھی تو ترقی پسند اور روایت پسندی کے درمیان ایک کشمکش سی ہو رہی تھی۔ روایت کے چاہنے والے ادب کے ترقی پسندانہ رجحانات سے ناخوش تھے۔ جبکہ ترقی پسندوں نے روایتی علائم اور اظہار کے سانچوں پر ضرب لگانی چاہی تھی۔ حیدرآباد کی شعری روایتوں میں یہ بات بہت اہم تھی کہ فن سے صرف نظر نہ کیا جائے۔ اور اسی لئے فیض الحسن خیال نے پہلے حضرت امجد عریضی سے اور پھر حضرت اوج یعقوبی سے مشورہ سخن کیا۔

خیال ایک باشعور شاعر ہیں۔ انکے ہاں اپنے عہد کے تجربے بھی ہیں اور اظہار میں عصری آگہی کا عنصر بھی موجود ہے۔ اگرچہ بیشتر انہوں نے سادہ زبان استعمال کی اور پیچیدہ تراکیب اور علائم سے گریز کرتے ہوئے عام فہم لب و لہجہ اختیار کیا۔ خیال

ان کی شاعری کا ذائقہ کچھ میٹھا کچھ تیکھا اور کچھ چبھتا ہوا سا ہے۔ ان کے ہاں گل و بلبل، آشیاں، گلستاں، چمن، بہار، صیاد وغیرہ جیسی روایتی علامتوں کے ساتھ آگ، کشکول، آنگن، پتھر، پرندے اور سمندر جیسی اچھوتی علامتیں بھی ہیں۔ اسی لئے ان کی شاعری میں رس بھی ہے اور زہر کا کڑواپن بھی۔ اور یہ دونوں چیزیں توازن کے ساتھ موجود ہیں۔ جذباتی، ذہنی اور تہذیبی کشمکش کی وجہ سے اردو ادب میں جو تموج اٹھ سکا عکس بھی فیض احسن خیال کے ہاں نظر آتا ہے۔ لیکن روایت کی پاسداری اور اسکے ساتھ ساتھ سچے تجربے کی اساس نے خیال کی شاعری پر کوئی مخصوص چھاپ نہیں لگنے دی۔ انہوں نے جس چیز کو محسوس کیا، اسے اپنی شاعری میں سمو دیا۔

سیاسی اعتبار سے ملک میں تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ حکومتیں بدلتی رہی ہیں۔ رہنما آتے اور جاتے رہے ہیں۔ سیاسی حالات بدلنے کے باوجود عام آدمی کو بھی کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ ایک عام آدمی کا حصہ یہی تھا کہ استبداد پر مبنی نظام میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آسکی ہے اور اسی لئے فرد کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی عام انسان کی نمائندگی کرتے ہوئے خیال کہتے ہیں۔

چارہ گر بھی وہی آقا وہی حاکم بھی وہی
کیسے فریاد، مری نوکِ زباں تک پہنچے

آج کے سیاسی نظام میں رہنماؤں نے نقابیں پہن رکھی ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ حکومت کی مشنری کے کل پرزے بھی نقاب پوش ہوگئے ہیں۔ بظاہر ان کے رکھوالے ہیں پسِ پردہ غارت گری کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ خیال اسی بات کو یوں لکھتے ہیں۔

ہیں جن کے چہرے پر امن و اماں کی تحریریں
اسی کا دستِ ہنر آتشوں کے سر پر ہے

پٹرو ڈالر کے نتیجے میں ہندوستان میں جو انقلاب آیا اسے خیال نے بھی محسوس کیا ہے اس انقلاب کے روشن پہلو پر ان کی نظر پڑتی ہے بیروزگاری سے تنگ آئے ہوئے نوجوانوں نے جب ریت پھانکی تو، سونے کی بارش ہونے لگی، من و سلویٰ اترنے لگا۔ خیال ان تبدیلیوں کو یوں محسوس کرتے ہیں۔

رزق ان کے بال و پر میں ، روشنی ان کی اڑان
کتنی پیاری ہے پرندوں کی اڑان دیکھیئے

یہ چند مثالیں اس لیے پیش کی گئیں کہ خیال کے لہجے کا اندازہ ممکن ہو سکے۔ مثالیں اور بھی دی جا سکتی تھیں لیکن طوالت مانع ہے۔

خیال کی شاعری کا تجربہ کیا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے لہجے میں سپاٹ پن نہیں، کھردرا پن نہیں بلکہ ایک کیف، لطافت اور شیرینی کے امتزاج کے ساتھ ساتھ خلوص کی شدت اور دردمندی بھی ہے۔ اسی لئے ان کی شاعری میں ایک دلنوازی پیدا ہو گئی ہے۔ یہی دلنوازی ہے جس کی وجہ سے خیال مشاعروں میں بہت مقبول رہے ہیں۔

”تنویر ہند“ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسے چار زبانوں میں پیش کیا گیا ہے بہت ممکن کا اندیشہ یہ کہہ بیٹھے کہ ”قند ہند“ کا انگریزی سے کیا تعلق، اس سلسلے میں یہ جواز دیا جا سکتا ہے کہ یہ انگریزی، ہندوستانی انگریزی ہے، جو آکسفورڈ اور کیمبرج کی زبان سے متاثر تو ہے لیکن اپنا ایک الگ شناخت بھی رکھتی ہے۔ اس کا لہجہ اور اپنا ہے۔ انگریزی کا ترجمہ پاول شاستری نے کیا ہے۔ ترجمہ کی بنیادی مشکل یہ ہے کہ کسی بھی زبان میں تخلیق کیے فن پارے میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں کہ ان سے اسی زبان میں لطف اندوز ہونا ممکن ہے۔ ان خصوصیات کا ترجمہ ممکن نہیں ہوتا۔ خصوصاً ایسی زبان میں بہتر ترجمہ نہیں کیا جا سکتا جس کا تہذیبی ماحول بالکل مختلف ہو۔

مترجم تہذیبی روحوں میں یکسانیت ہو تو کچھ حد تک انصاف ممکن ہے۔ اور اس بات کا امکان پیدا ہو سکتا ہے کہ فن پارے میں پیش کی گئی نزاکتوں سے لطف اندوز ہو جا سکے۔ شری پی وی شاستری کے ترجمے میں یہ مشکل پیش آسکتی تھی۔ لیکن چونکہ شاستری جی ہندوستانی ہیں اور اردو بھی ایک ہندوستانی زبان ہے اس لئے اس زبان کے تہذیبی عوامل شاستری جی کے لئے نئے نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ترجمے میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ مترجم ترجمے میں "اپنائیت پن" کی ضرور جھلک نظر آتی ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ شاستری جی نے اقبال کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ اسکے باوجود شاستری جی نے چونکہ صرف متن کی روح تک پہنچ کر اور مقصود حاصل کیا ہے اسلئے ترجمہ مسخ نہیں ہو پایا۔ یہ اور بات ہے کہ اس ترجمے میں تخلیق کی سی شان پیدا ہو گئی ہے۔ ایک مثال پیش ہے۔ خیر رکھتے ہیں۔

آئینہ بن کے ترے شہر میں جب آؤں گا
ہر نئے ذہن کو نئی طرح چمکاؤں گا

اب ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔

When I emerge as the blazing Mirror on Thy Scene
I shall bestow on every new heart the radiance of new lights

اس ترجمے میں ندرت ہے۔ بندش کی چستی کی اور نزاکت شعری کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لفظی ترجمے میں یہ عیب ہوتا ہے کہ کبھی کبھی وہ گارڈن گارڈن بھی ہو جاتا ہے۔ شاستری جی کے ترجمے میں یہ بات نہیں۔ انہوں نے تخلیق کی روح کو اپنے اندر جذب کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ترجمے کے ماہرین کو یہ بات پسند نہ

آئے کیونکہ ترجمے کے ضمن میں جو مختلف نظریات کام کرتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مترجم کو مصنف کے ذہن تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بلکہ جو سامنے ہے اس پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ ان کے خیال میں ایسی کوشش ایک نئی تخلیق کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لئے اندرون ترجمہ ممکن نہیں ہو سکتا۔ لیکن کچھ سرپھرے مجھ جیسے مترجمین یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ترجمہ پھیکا اور میٹھا قسم کا ہو خصوصاً شعری تخلیقات کا ترجمہ، تو ایسے ترجمے سے بہتر یہ ہے کہ ترجمہ کیا ہی نہ جائے۔ شری شاستری جی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ڈوب کر ترجمہ کیا ہے۔ اور اس طرح فیض کی شاعری کو انگریزی داں اصحاب تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔

اس کتاب میں شامل تلگو ترجمہ ڈاکٹر خواجہ معین الدین کی کاوشوں کا نتیجہ ہے انہوں نے ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ فیض جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ جوں کا توں تلگو کے قالب میں پیش کر دیا جائے۔ اور چونکہ یہ ترجمہ ایک ہندوستانی زبان سے دوسری ہندوستانی زبان میں کیا گیا ہے اس لئے قاری کو اجنبیت کا احساس نہیں رہتا۔ یہ شعر دیکھیے۔

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لئے

అడుగడుగున సూర్యపుటద్దాలు ఉన్నవి కాని
అలమటించు చున్నది లోకం ఒక్కొక్క కిరణం కొరకు

اچھے ترجمے کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس میں شاعر یا فن کار کا جذبہ آمیزش کے بغیر پیش کیا جاتا ہے اور ڈاکٹر خواجہ معین الدین کے ترجمے میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

ہندی میں تغیر حسن خیال کا جو کلام پیش کیا گیا ہے، اسے ترجمہ کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس میں صرف رسم خط بدل دیا گیا ہے اور جو الفاظ قدرے مشکل محسوس ہوئے ان کے ہندی معنی لکھ دئے گئے ہیں تاکہ تفہیم میں دشواری نہ ہو۔ اگر معنی نہ دئے گئے ہوتے تو شاید وہ سارے مسائل درپیش ہوتے جن کا ذکر رسم خط کی تبدیلی کے ضمن میں کیا جاتا رہا ہے۔ اردو کا حسن اسی رسم خط کے ساتھ ہے۔ لیکن ایسے لوگ جو اردو رسم خط سے واقف نہیں ہیں ان کے لئے یہ طریقہ زیادہ موثر ہے۔ پھر بھی اس بات کا امکان ہے کہ اس کتاب میں شامل ہندی رسم خط میں تحریر کیا گیا خیال کا کلام اردو مزاج اور اردو تلفظ سے ناواقف فن کاروں نے گایا تو بوالعجبیاں سرزد ہو سکتی ہیں۔

خیال کے اس تازہ مجموعہ میں جو کلام ہے اس کی مقدار کم ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے کسی طرح کمتر نہیں کہا جاسکتا۔ خصوصاً جب اس کلام کو دیگر تین زبانوں میں بھی پیش کیا گیا ہو تو اس مجموعہ کی اہمیت اور بھی فزوں ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس واسطے سے خیال نے دوسری زبانوں کے اہل علم اصحاب اور اردو ادب کے شائقین تک اپنی بات پہنچائی ہے۔ اردو شاعری کے بارے میں غیر اردو داں حلقوں میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ اس زبان کی ساری شاعری یا تو معشوق کی تعریف میں ہے یا پھر شراب کی توصیف میں۔ غزلیں گانے کے لئے گلوکار جب اردو غزلوں کا انتخاب کرتے ہیں تو وہ خاص طور پر ایسی غزلوں کو ڈھونڈتے ہیں جن میں یہ دو عناصر غالب طور پر موجود ہوں۔ اور پھر ان غزلوں کو سننے والے "نشکوتمیز" سرہلا کر داد دیتے ہیں۔ غزل کو "حمد" کہہ کر "قیامت" مچانے والے صرف اپنے آپ کو مہذب ثابت کرنے کے لئے اردو غزل سنتے ہیں اور گلوکار پر داد کے ڈونگرے برساتے ہوئے اتنے بے قابو ہوجاتے ہیں کہ خود ہی داد بھی بجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ

شاعر کے کلام پر درد ہو جائے تو وہ ذرہ سے آفتاب بن جاتا ہے۔ اختیار کی شاعری
چاہے وہ انگریزی میں ترجمہ کی جائے۔ تلگو میں، پھر دیوناگری رسم خط میں لکھی جائے،
اپنے پڑھنے والوں پر یہ تو یقیناً روشن کر دیتی ہے کہ اردو شاعری صرف شراب اور
محبوب کی توصیف نہیں بلکہ اس میں مسائل حیات بھی ہیں، انسانی قدریں بھی ہیں،
زمانے کی چاپ بھی ہے اور حسیف پیرائے میں نشتر بھی ہیں۔ امید ہے کہ یہ مجموعہ
شائقین کے درمیان ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

OOOOOO

پیش لفظ

دنیا کے ادب کی تاریخ میں یوں تو ہمیشہ تہذیبیں
مل جاتی ہیں کہ اقدار اشتراکِ زمانہ کے ساتھ مختلف انواع
اور اشتراک سے گلہائے ادب اور پھر ادیب پیدا ہوتے چلے گئے۔
مختلف تہذیبیں زبانوں کے عروج و زوال کے ساتھ
ابھریں اور مٹ گئیں لیکن ان کے نقوش آج بھی باقی ہیں اور
یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مختلف زبانوں کے آئینہ میں جب
اور ایک زبان کے ادب کی دیگر زبانوں میں منتقلی کا عمل جب
جمود کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر یہی زبانیں بتدریج اپنی عوامی
مقبولیت کھوتی چلی جاتی ہیں۔

جہاں تک اردو زبان اور اردو تہذیب کی بات ہے
تو اس کی روز افزوں ترقی اس کی وسیع المشربی اور اس کی وضعداری
ہی نے اس کے مزاج کو متعین کیا ہے اور یہی وہ ادب ہے جس نے
ہر خاص و عام سے قبولِ عام کی سند بھی پائی ہے۔

جب ہم اردو نظم و نثر اور تحقیق و تنقید کے ارتقائی
سفر پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات آج بھی بلا خوفِ تردید کہی
جا سکتی ہے کہ اردو زبان مقبولیت کی ان بلندیوں تک جا پہنچی
ہے جو اس کا حق تھا اور حق تو یہ بھی ہے کہ اردو تہذیب

اردو شاعری اور نثر کی نیرنگی کے سوتے نہ صرف ہنوز خشک
نہیں ہوئے بلکہ ہند کی صد سالہ تقسیم کے بعد بھی مختلف زبانوں کے
عروج میں اس زبان کا بھی نمایاں فروغ حصہ رہا ہے۔ موجودہ
ہند کی نوبہ نو زبانوں کے ہجوم میں بھی اردو آج ایک اہم
وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندی اور اردو ہر دو زبانیں
بجز رسم الخط کے کوئی علاحدگی یا دوری نہیں رکھتی تھیں حتی کہ ان دونوں کے
کئی زاویے بھی ایک جیسے تھے اور ایک ہی تمثیلات ہوتے جاتے اور ان
دو زبانوں کی تہذیبی رشتہ نہ ٹوٹ سکے اور چونکہ ادب اور ذوق
کی قدر مشترک ایسے عوامل تھے جن سے یگانگت رابطہ ہے۔
دراصل یہی وہ جوہر ہے جو ہندوستانی مدنی تہذیب کی
نشانی ممتاز رہے۔

ہندوستان اور ہمہ گیر رشتوں کو ہمیشہ اور محبت سے ہمکنار
کرنے اور وطنیت کے بھرپور جذبے کو ایک صحیح سمت میں
توانائی بخشنے کا ایک بہترین اور موثر ذریعہ یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں کے ادب کو ایک دوسرے
میں منتقل کیا جائے اور یہی عمل شاید ہی قومی یکجہتی
اور ایک دوسرے کے جذبات سکے۔ جتنا ہم ان کے ساتھ تھے
اردو زبان ان کے خصوصیات کو آج اور ان کے بولنے

بھائی چارے کی شائستہ ترجمانی مختصراً کرتی ہے۔
شاید یہ پہلا موقع ہے کہ "قندھند" بیک وقت
و بیک جلد چار زبانوں میں آپ کے سامنے ہے۔
امید ہے کہ ہمارے شائقین ادب، نقاد اور
دانشور خیال کی اس کوشش کو سراہیں گے اور پسند
فرمائیں گے۔

حیدرآباد۔

(نجمہ غزا)

مورخہ ۷ نومبر ۱۹۸۵ء

رُ دُ ؤ شعری ۔ کل ور آج

شہر تمن حیدر آب د پنی گنگ جمنی تہذیب کے لئے یک ع م میں مشہور رہ ہے ۔ یہ ں د وں کو دب پروری ور شت میں ملی ہے ۔ ز ب ن و دب کے سلسلہ میں س شہر کے شعر ، و دیب برسوں سے خدم ت نج م دیتے آ رہے ہیں ور پنی گنگ جمنی تہذیب کو پرو ن چڑھ رہے ہیں ۔

جن ب فیض حسن خی ل بھی سی بیہ ن ز شہر کے سپوت ہیں ۔ ن ک شم ر حیدر آب د کے ممت ز و معروف شعر ء میں ہوت ہے ۔ ت ریخی تمدن گولکنڈہ کے د من میں خی ل نے آنکھ کھول ، ظ ہر ہے کہ ... جس سرزمین پر نہوں نے آنکھ کھول وہ شعرو دب ک گہو رہ رہی ہے ۔ گوی خی ل نے پید ہوتے ہی شعرو سخن کی فض ء میں س نس لی ور یہی خوشبو لئے ن کے بچپنے رتق ء کی منزلیں طے کیں ۔

فیض حسن خی ل ک شم ر ترقی پسند ش عری کے پیش رو وں میں ہوت ہے ۔ ترقی پسند ش عری کے آغ ز و رتق ء سے لیکر جدید ردو ش عری تک جتنے بھی شعر ء ہیں ور ن کے کلام کی جو نم ی ں خصوصیت ہیں خی ل کے کلام میں یکج نظر آتی ہیں ۔

خی ل ۔

ز م نہ دوڑ رہ ہے کرن کرن کے لئے
حی ت چیخ رہی ہے ک نجمن کے لئے

قب ل ۔

نہ سمجھو گے تو مٹ ج ؤ گے ے ہندوست ں و لو
تمہ ری د ست ں تک بھی نہ ہوگی د ست نوں میں

قسلسل جاری ہے

ہو ں۔

بن آئیگا ہرگز نہ یوں کچھ کئے بن
جو کچھ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا

یہاں پر خیال کی شاعری ایک پیغام دے رہی ہے جس طرح قبال و حالی نے ساری امت کے لئے پیغام دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان والے اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کریں خیال کے اس شعر میں یہی مفہوم پنہاں ہے۔ خیال کہتے ہیں کہ۔

ڈرتا جتنی ہو اتنا ہی رزق ملتا ہے
ہوں بار اوپر جو سرمت تو کچھ ملال نہیں

اردو شعرا آغاز ہی سے سماجی پس منظر اور زندگی کے مختلف کوائف کی عکاسی کرتے آرہے ہیں۔ اور آج بھی حالات حاضرہ اور زمانہ کے تغیرات کی ترجمانی کرتے ہیں اور کسی بھی ان کی شاعری نیرنگی وقت اور حالات زمانہ کی آئینہ دار ہوگی۔
خیال آپ کا ہے موسموں کا دیوانہ
کسی کے لئے تو وہ پابند ماہ و سال نہیں
کس سے شکوہ کروں اب کون ہے سننے والا
آئینہ اپنے ہی ہاتھوں کو بنانا ہے مجھے
فیض الحسن خیال کے خیالات میں وسعت اور افکار میں گہرائی ہے۔ ان کی غزلوں میں صوری اعتبار سے بھی حسن و بانکپن ملتا ہے۔ انسانی زندگی سے گہری محبت نے ان کے یہاں ایک ایسی نغمگی پیدا کی ہے جس میں انسانیت کا سوز و گداز موجود ہے۔ خیال کے یہاں حیات انسانی کا جو گہرا احساس ہے اس نے ان کے آہنگ

میں حزنیہ کیفیت پید کردی ہے۔ ن کے شعر نئی معنویت کے حامل ہیں۔

چارہ گر بھی وہی ، قاتل وہی ، حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری نوک زباں تک پہنچے

مجھ سے کیا پوچھتے ہو دوستو روداد چمن
حال گلشن کا مرے شک رواں کہتے ہیں

بہار کیسی پریشان ہے چمن کے لئے
ہو جیسے کوئی غریب الوطن ، وطن کے لئے

شاعر کی آپ بیتی میں جگ بیتی ہوتی ہے۔ خیال کی غزلوں میں یک نیا آب و رنگ نظر آتا ہے۔ لفظوں میں نہوں نے نئی معنویت کی روح پھونکی ہے ور س کے ور ولبستہ میں یک نئے جمالیاتی شعور سے کام لیا ہے۔

خیال بیٹھے ہیں ہم سر جھکائے زانوں پر
زمانہ وہ ہے کہ جو پنا بوجھ ڈھوتا ہے

خیال کی غزلوں میں رمزیت، ملائیت، نغمگی، غنائی کیفیت، ترنم ور آہنگ سب میں یک جدت کا حساس ہوتا ہے اور یک نئی روایت بھرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ن کی غزلوں میں ن کے تجربات کے مجموعی اثر کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

یسے دیوانے کہاں ملتے ہیں بتاؤ خیال
جن کو تزئین چمن سازی کا رمان ہے بہت

ہاتھ کٹ جاتے ہیں س دور میں س کے خیال
جس نے سچائی گانے کی قسم کھائی ہے

خیال کے شعر میں جیسے نئے دور کی ساری کسک سمٹ کر یکجا ہو گئی ہے۔

سلطان جاوید ہاشمی

جیسے نئی نسل کی زندگی کا سارا گداز ان میں سرایت کر گیا ہے۔ اسی لئے تو ان کے شعر میں نئے تجربے، شعریت، ایمائیت، رمزیت، الفاظ کا صوتی آہنگ، زبان کی روانی، خیال کا تسلسل ان سب کے امتزاج سے پیدا ہونے والی ایک مجموعی فضا نے خیال کی غزلوں کی ہیئت کو جدت سے ہمکنار کیا۔

بہت سے لوگ ہیں ذہنی کشمکش کے شکار
جو قد کو ناپ رہا ہے وہ سب سے کمتر ہے

میں چراغِ سفر درد بھی بن جاؤں گا
بے زبان چہروں پہ ہنسنے کی ادا لاؤں گا

بات کچھ دن کی ہے موسم تو بدل جانے دے
تیری آنکھوں کے لئے خواب نئے لاؤں گا

میں لکھ رہا ہوں کہانی اسی کے غم کی خیال
شرارے جس کے پیامِ حیات ہوتے ہیں

اردو غزل میں ہیئت کے ان تجربات کا ارتقاء مسلسل رہا ہے۔ حالات کی تبدیلی اور حالات و تغیرات کے زیر اثر جب بھی مواد نے کوئی نئی صورت اختیار کی ہے نئے موضوعات پیدا ہوئے اور نئے افکار و خیالات وجود میں آئے تو غزل کی ہیئت بھی بدلی، اظہار و بیان کے طریقوں نے بھی نیا رنگ اختیار کیا۔ ولی بلکہ محمد قلی قطب شاہ کے وقت سے لیکر فیض، مجروح اور ناصر کاظمی تک غزل کی ہیئت نے بے شمار شکلیں بدلی ہیں۔ ان گنت روپ اختیار کئے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانے کے جمالیاتی تقاضے مختلف رہے ہیں اور ان جمالیاتی تقاضوں کو بدلتے ہوئے حالات کے زیر اثر بدلتے ہوئے مزاج نے مختلف بنایا تھا۔

خیال نے

شہر کی خوشبو کو لے کر کیا پرندے اڑ گئے
آسمانوں پر بھی ہیں غم کے نظارے دیکھیے

فیض۔

دستِ صیاد بھی عاجز ہے کفِ گلچیں بھی
بوئے گل ٹھہری نہ بلبل کی زباں ہی ٹھہری

ایک زمانہ تھا کہ لوگوں کے خیال میں غزل نیم وحشی صنفِ سخن تھی اور زندگی کے ارتقا کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن آج بدلے ہوئے حالات نے غزل کو زندگی سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ چنانچہ آج اس کی طرف رغبت عام ہو رہی ہے، اس سے دلچسپی بڑھ رہی ہے کیونکہ تاریکیوں کے وہ بادل جو کم نگاہی کے باعث ذہنوں پر چھائے ہوئے تھے اب چھٹ چکے ہیں اور غزل کا آفتاب اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ زندگی کے افق پر جلوہ ریز نظر آتا ہے۔ یہ صورتِ حال غزل کے شاندار مستقبل پر دلالت کرتی ہے۔

خلیل۔

تم نے میخانے کے چہرہ پہ بھی کھینچی ہے لکیر
ہم نے صحرا بھی سجانے کی قسم کھائی ہے
آئینہ بن کے ترے شہر میں جب آؤں گا
ہر نئے ذہن کو تری طرح چمکاؤں گا

شاعرانہ صداقت یہاں داخلی کرب کی غمازی کرتی ہے۔ خلیل کے اس خیال میں کرب کی جو جھلک نمایاں ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

تسلسل جاری ہے

سمجھ کے سوچ کے پڑھئے خیں ل دنی کی کتب

یہ شعری ہے ، فسنوں کی یہ کتب نہیں

نسن فطری صور پر جذبت کا پیکر ہوت ہے وہ بہت سی خو ہشت پنے دل میں لئے عم طب وگی میں جیت ہے۔ مگر س کی سری خو ہشت شرمندہ معنیٰ نہیں ہو سکتیں۔ شعر پنی و ردت قلبی کا ظہر پنے کلم میں کرت ہے جو عم نسن کے بس کی بت نہیں ہوتی۔ ن کیفیت کو شعر یسے پر ثر ند ز میں پیش کرت ہے، جنہیں سننے پڑھنے کے بعد ہم متثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ور یس محسوس ہوت ہے کہ کہیں یہ ہمری آپ بیتی تو نہیں۔ یہی شعری کی معرج ہے۔
خیں ل

عشق بھی نہ ں پنہ درد بھی نہ ں پنہ
حسن کی نگہوں میں قید ہے جہ ں پنہ

جگر

مجھ سے گئے ہیں عشق کی عظمت کو چر چند
خود حسن کو گوہ کئے جرہ ہوں میں

عظمت نسن کا وتار تقریبً ہر شعر کے ہں نظر آت ہے۔ غلب نے کہ ہے

بس کہ دشور ہے ہر کم کا آس ں ہون
آدمی کو بھی میسر نہیں نسں ہون

خیں ل نے یوں کہ ہے۔

یک نسن کو نسں ہی سمجھ سکت ہے
بت پھولوں کی ہے کیوں تیغ زبں تک پہنچے

گذشتہ دو سو برسوں میں میر سے لیکر حسرت و جگر تک رد و غزل کے سلوب میں

بر بر تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن اس کی بنیادی حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ اس سے صاف طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ صنفِ سخن اپنی اصلی ہیئت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف حالات سے مطابقت کی صلاحیت رکھتی ہے جو اس کے جاندار ہونے کی دلیل ہے۔

غزل ہماری شاعری کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ رشید صاحب نے اس کو اردو شاعری کی آبرو کہا ہے۔ ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھلی ہے۔ دونوں کو سمت و رفتار رنگ و آہنگ اور وزن و وقار ایک دوسرے سے ملا ہے یہی سبب ہے کہ ہماری تہذیب کی روح غزل میں اور غزل کی روح ہماری تہذیب میں بے نقاب نظر آتی ہے۔

سرور صاحب نے ایک جگہ صنفِ غزل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ "وہ بڑی کافر صنفِ سخن" ہے۔ یہ خیال اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ صنفِ غزل کی جو بنیادی خصوصیات ہیں اس میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ غزل میں ایک انداز دلبری اور طرز دلربائی ہے ۔۔۔۔ اس انداز دلبری اور طرز دلربائی سے اس نے ہر دور میں لوگوں کے دلوں کو لبھایا ہے ہر فرد پر اس کے یکساں اثرات ہوئے ہیں۔ عوام و خواص، غریب و امیر سب کے دامن دل کو اس نے ایک مخصوص انداز میں اپنی طرف کھینچا ہے صوفیوں کی محفلوں میں ہنگامے برپا کئے ہیں۔ رندوں اور قلندروں کو اس نے اپنا گرویدہ بنایا ہے۔ زاہدوں اور پاک بازوں کے دلوں میں محمل نشیں ہوئی ہے۔ غرض یہ کہ ہر فرد اس سے متاثر ہوا ہے۔ مخالفین تک اس کے اثر سے بچ نہیں سکے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ غزل کے تاثر میں ایک ہمہ گیری ہے۔ ایسی ہمہ گیری جو قومی ذہانت و فطانت کے ہاتھوں وجود میں آتی ہے۔ خیال کہتے ہیں کہ

سلسلہ جاری ہے

خیں

غزں حیت ہے خوش فہمیوں ک خوب نہیں
غزں ہے وصں غزں تہمت شبب نہیں

صغر

صغر غزں میں چہیئے وہ موج زندگ
جو حسن ہے بتوں میں جو مستی شرب میں

ڈکٹر جونسن کہتے ہیں کہ شعر مقفیٰ نشر ہے یہ یسہ فن ہے جو تعقل ور تخیں ک مدد سے انبسط ک پیوند صدقت کے سٹھ لگتہ ہے ۔ یک فرسی شعر کہتے ہیں کہ

"شعری جزدیست ز پیغمبری"

بیسویں صدی میں یوں تو بے شمر غزں گو شعر ہیں ور عصری رجحنت کے ثرت کسی نہ کسی صورت میں ن سب کے ہں ملتے ہیں ۔ حسرت، یس، یگنہ، ثر، فنی، جگر ور فرق سب ک غزلوں میں ن رجحنت ک جھلک نظرتی ہے ۔ ن شعر ک غزلوں نے س رویت میں عصریت کا رنگ بھر ہے ۔ غزلوں کے عصری رجحنت نہیں کے مرہون منت رہے ہیں ۔

غزں کے جدید ہنگ نے صنف غزں کے ن تقضوں کو پور کیہ ہے ۔ خصوصً زبن کے ستعمں میں بتعدگ ستھر پن، لطفت، فصحت، نفست و پختگی ور رچو ک ک خصوصیت س میں نمیں ہیں ور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ زبن کے ستعمں میں جدید غزں نے بڑ نکھر پید کیہ ہے ۔ س میں بڑی رچی ہوئی کیفیت ملتی ہے علی سرد جعفری، فیض، مجز، نصر، بشیر بدر، شد تمکنت، رشد قمر، صلاح الدین نیر، غیث متین رئیس اختر ور رحمن جمی سب کے یہں زبن کے ستعمں ک یہ شعور نظرتہ ہے ۔ ور نہیں کہ ہتھوں جدید غزں میں جمیتی پہلو ک نشو نم ہوتی ہے ۔

غزں ور تغزں لزم و ملزوم ہیں غزں جسم ہے ور تغزں س ک روح! غزں

میں تغزب نہ ہو تو غزں بقی نہیں رہتی۔ تغزب ہی کے ہتھوں غزں میں موج زندگی ، و نہ ہوتی ہے۔ خیاں نے کیا خوب کہ ہے۔

حرف ور لفظ کی خوشبو ہے تر پیر ہن
تری خوشبو کا ترا نہ ہی سنا نا ہے مجھے

غزں ور س کے عمبرد روں نے پنے پنے ز نے ور حوں کے تقضوں کو پور کرنے کی کوشش کی ہے۔ یک مخصوص سمجی پس منظر ور اس کے تہذیبی ور معشرتی تقضے ہمیشہ ن کے پیش نظر رہے ہیں۔ مختلف غزں گو شعرا بھی س میں دخں ہیں۔ شعر کی شخصیت بڑی حد تک حوں کے ثر سے بنتی ہے۔ حت کے شعور پر بھی س کا نحصر رہتا ہے۔ ہر دور کا حوں دوسرے دور کے حوں سے کسی نہ کسی حد تک مختلف ہوتا ہے ور س حوں کے ثرت شعر کی شخصیت پر مختلف زویوں سے پڑتے ہیں۔ فن سی شخصیت کا عکس ہوتا ہے۔ س لئے شخصیت کی یہ رنگرنگی فن میں پتا ثر دکھتی ہے۔ شخصیت کی رنگرنگی کے زیر ثر فن کی رنگرنگی صنف غزں کی بھی ایک نمیاں خصوصیت ہے۔

تسلسل جاری ہے

خیاں ۔

۱

چہرہ گر بھی وہی تیتن وہی ، حکم بھی وہی
کیسے بفریاد مری نوک زبان تک پہنچے
تو پنے خون ک نصف کسن سے چاہتا ہے
مسیحہ وقت تو قتل کے گھر میں بیٹھا ہے
وگ حیت چمن پوچھنے آئے ہیں ہمارے خیر ر
پنے چہرہ کو ہر ک شخص کا چہرہ کہئیے
تجھ سے ملنے کا جسے شوق ہے رہاں ہے بہت

آئنہ ہتھوں میں لیکر وہ پریشاں ہے بہت
خموشیوں ک زہر بھی پینا پڑا ہمیں
میںوں کی حل شہرکا منظر سنائے گا
اس کو پڑھو ور اس کی نگاہوں کو چوم لو
ہم سب کا حل زور سخنور سنائے گا

OOOOOOOOOO

تبسم جاوید ہاشمی

شعرِ دیب کے جذبت کو بر نگیختہ کرنے و ے محرکات گرد و پیش ک جس
دنیہ میں پ ئے جتے ہیں ور یہ محرکات خود س سمجی ور قتصد دی نظ م ک پید و ر
ہوتے ہیں جو نس نی زندگی ک شیر زہ بندی کرتے ہیں - س لئے علیٰ شعر یہ دیب
یک فرد نہیں بہ پوری جمعت کا ترجم ن ہوت ہے - خیی ں نے کیا خوب کہ ہے -

ہر محہ فن کے آئنے چمکئیے جتب
صدیوں سے کہہ رہ ہے یہ شعر و سخن ک رنگ

پھر خیی ں کہتے ہیں کہ

جتنے قد آور تھے وہ بونوں ک صف میں آگئے
گونگے لوگوں ک ہے کیسی حکمر نی دیکھئے

حی ں:

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چیں ہوئے چپ
سب کچھ کہ نہوں نے پر ہم نے دم نہ مار

خمار:

جو بارش کو خطر میں ۔ تہ نہ تھ
وہ ونچ مکاں رستہ ہوگیا

خیی ں کہتے ہیں -

تو ہر ک شئے میں نہاں ور عیاں رہتا ہے
لیکن ب تک تری ہم ذ ت سے بیگ نے ہیں

صغر:

جلوہ تر ب تک ہے نہاں چشم بشر سے
ہر یک نے دیکھ ہے تجھے پنی نظر سے

شعر کہتا ہے کہ فطرت کی ہر شئے سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک عیاں ہے پھر بھی

ہم اس کی ذاتِ مقدس کے دیدار سے قاصر ہیں۔

خلیلؔ

سارے جہاں میں دھوم مچی دو خلیلؔ اب
اردو زبان بن گئی ہے علم و فن کا رنگ

داغؔ

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

جگن ناتھ آزاد

ریاضِ ہند میں اردو بھی اک خوش رنگ پودا ہے
جسے خونِ جگر سے ہندو اور مسلم نے سینچا ہے

مذکورہ اشعار میں اردو کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ اردو زبان نے شعور دیا، شعار دیا، آدابِ مجلس سکھائے، اخلاق حب الوطنی، اتحادِ انسانیت اور رواداری کا پیغام دیا، ملک کی جمہوریت، سالمیت اور آزادی کو مستحکم کیا۔

خلیلؔ کہتے ہیں۔

ہم فقیرانہ صدا دے کے چلے جائیں گے
ہم فقیروں کے لئے آپ کا کاشانہ کیوں

میرؔ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

غالبؔ:

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

نیرنگیٔ زمانہ ور حسہ ر شکست نے شعر ء دہلی کے لب و لہجہ پر بھی ثر ڈ ۔
ن کے لہجوں میں یک خاص تسم کی پسپ ئی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ غم دور ں ور
درد ۔دو بھی شاعری کے جدید آہنگ کی خصوصیت ہیں جو آج کے شعر ء کے ہ ں بھی
نظر آتی ہیں۔ رخیم ر کے شعر میں بھی یہی مفہوم پنہ ں ہے۔

بھیگی پلکوں کے سو تم نے دیہ ہی کیہ ہے
دوستو دیکھو تو یہ بھی ہے س مان حیات

میر

آنکھوں سے جو پوچھ ح ل دل کا
ک بوند ٹپک پڑی ہو کی

آتش

فرقت ی ر میں رورو کے بسر کرتا ہوں
زندگانی مجھے کیا دی ہے مصیبت دی ہے

شعر کثر پنے کلام میں پنے دور کے ح لات قلمبند کرتے ہیں ور وہ جن جن
ح لات کا س منا کرتے ہیں ن کو پنی شاعری میں پیش کرتے ہیں۔ شعر دہلی نے مشکل
حالات کا س منا کیا س لئے ن کے کلام میں پسپ ئیت جھلکتی ہے۔ دوسری طرف شاعر
پنے محبوب کی بے وف ئی کا ظہ ر کر رہ ہے کہ س نے پنے عاشق کو صرف تکالیف ور
ذلتیں ہی دی ہیں۔ لیکن عاشق نے ن ذلتوں کو پنی زندگی کا سرمایہ بن لیا ہے س طرح پر
حسن کی بے بسی کو بتایا گیا ہے۔ رخیم ن صاحب کا مذکورہ شعر بھی آج کے حالات
کی ترجمانی کرتا ہے۔

سلسلہ جاری ہے

فاصلے ہی بہتر ہیں قربتوں کی محفل سے
دیکھنا ہے کب ہوگا دشمن آسماں اپنا

غالب

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

حالی

یوں بے سبب زمانہ پھرتا نہیں کسی سے
اے آسماں کچھ اس میں تیرا بھی ہے اشارہ

شاعر نے اس شعر میں زمانے کے تغیرات کو پیش کیا ہے اور کہتے ہیں کہ دنیا میں ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے تو دنیا میں مختلف قسم کے تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ دوسری طرف شاعر کہتا ہے کہ زمانے کے تغیرات میں خدا تعالیٰ کی مصلحت بھی شامل ہوتی ہے اس لئے کچھ حد تک یہ تغیرات آسمانی بھی ہوتے ہیں۔

خیال

نظر تو سب کی ہے ان ظاہری جلووں پر
کسے خبر ہے کہ کیا کیا سحر میں رہتا ہے

اصغر

اللہ رے دیوانگی شوق کا عالم
کس رقصاں میں ہر ذرہ سحر نظر آیا

جگر

ہستی جسے کہتے ہیں کہ سادہ حقیقت ہے
رنگینی نگاہوں نے رنگین بنا ڈالا

فانی

کس نے اسے دیکھا ہے اے حسرت نظارہ
انداز تو دیوانہ ہے دیوانے کو کیا کہیے

یہ شعر عشق حقیقی کے پیکر ہیں۔ شاعر کہتے ہیں کہ شوخی نظر، اور دیوانگی خلوص و محبت اگر نگاہوں میں ہو تو سادہ اور بے رنگ حقائق کو بھی رنگین بنا دیتی ہے تاثر بھی علم کا ایک ماخذ ہے۔ ہم حقیقت کو پہلے محسوس کرتے ہیں اگرچہ کہ وہ غیر واضح اور مبہم شکل میں ہوتی ہے۔
جبھی تو خیال کہتے ہیں۔

ابھی سے عشق کی بازی پہ نہ تہمت لگاؤ تم
سمجھ کر سوچ کر آگے قدم اپنے بڑھاؤ تم

فراق

آج بھی کام محبت کے بہت نازک ہیں
دل وہی کار گہہ شیشہ گراں ہے کہ جو تھا

داغ

پاک بازوں سے یہ ہوا معلوم
عشق مضمون پاک بازی ہے

تاباں

مرے ہم صفیر اسے بھی اثر بہار سمجھے
نہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ

غالب

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

شاعر کہتے ہیں کہ انسان کے اندر میں جذبۂ عشق کا ہونا ضروری ہے ورنہ انسان

سلسلہ جاری ہے

انسان نہیں رہتا۔ عشق وہ جذبہ ہے جس میں انسان اپنی ہستی کو بھی بھلا دیتا ہے
یہی عشق کی معراج ہے چاہے وہ عشق حقیقی ہو یا مجازی۔
خیال کہتے ہیں کہ۔

سبب صبا کی طرح کون تھا نہیں معلوم
جھلک دکھا کے کہاں چھپ گیا نہیں معلوم
میر

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا
میکش

کس نے دی تھی صدا نہیں معلوم
کون پردے میں تھا نہیں معلوم

یہ شعر عشق حقیقی کی معراج ہیں۔ خیال کہتے ہیں مجھے ایسا لگا کہ کوئی اپنی جھلک دکھا کر کہیں گم ہو گیا۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ وہ کون تھا۔ صاحبزادہ میکش کہتے ہیں کہ کس نے نہیں پردے سے صدا دی اور میر کہتے ہیں کہ انہیں بہت خوبصورت شئے روشن نظر آئی اور وہ اسے جنت کی حور سمجھ بیٹھے۔ انہیں ہوش نہ تھا کہ وہ روشن شئے در حقیقت کیا تھی۔ پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عشق حقیقی شعراء کے دل میں ہمیشہ موجزن رہتا ہے۔
خیال

رفیق جان کر جس پر بھی اعتبار کیا
اسی نے میری شرافت پہ پھر وار کیا
جگر
بزم یار سے پھری باد بہاری مایوس
ایک سر بھی اسے آمادہ سودا نہ ملا

غالب

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

خیال کہتے ہیں کہ میں نے دوست پر اعتبار کر کے بڑی نا سمجھی کی۔ دوست نے بے وفائی کا مظاہرہ کیا۔ اور میری شرافت اور دوستی کو سرعام بدنام کیا۔ رعیت نے رقیب جیسا سلوک کیا۔ مجھے اپنے دوست پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

جگر کہتے ہیں کہ مجھے دوستوں کی محفل سے مایوس ہو کر نکلنا پڑا۔ دوست نے یاری کے بدلے ذلیل کیا۔ اور ہم اپنا سر جھکائے ان کی محفل سے لوٹ آئے۔ دوستوں کی محفل سے خوشی کے بجائے مایوسی ملی۔

غالب کہتے ہیں کہ جنت سے آدم علیہ السلام کو جس طرح نکالا گیا تھا اسی طرح مجھے اپنے محبوب کے در سے بے آبرو ہو کر نکلنا پڑا۔ یہ شعر میں تلمیح بھی ہے۔ غالب نے اپنے محبوب کی بے وفائی و جفا کشی کو پیش کیا ہے۔

خیال کہتے ہیں کہ،

کیا تصور دنیا کا کیا خطا زمانے کی
آدمی ستاتا ہے آدمی پریشاں ہے

اقبال

بیدوں کا مذہب کیا اور ترک مذہب کیا
سب جدا ہیں دار کے سب فساد ہیں ان کے

نصیر

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں
بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں

سلسلہ جاری ہے

پڑھتے ہیں آدمی ہی نماز و قرآن یہاں
اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں
جو ان کو تاڑتا ہے سو وہ بھی ہے آدمی

اختیار کہتے ہیں کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن انسان ہوتا ہے امیر غریب اونچ نیچ ذات پات کی بنا پر انسان ہی دوسرے انسانوں کا استحصال کرتا ہے۔ اس میں زمانے کا قصور و خطا نہیں۔ کیونکہ زمانہ انسان سے ہے انسان زمانے سے نہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ جس انسان کے دل میں جوش نہ ہو جذبہ محبت نہ ہو اور جسے جدوجہد کی خواہش نہ ہو، وہ ایک صحت مند سماج نہیں بنا سکتا۔ اس کے ارادے کچے ہوتے ہیں۔ عزم جھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ اس کے دل میں انتشار ہوتا ہے۔ وہ معاشرے کی تباہی چاہتا ہے

نظیر نے اپنی نظم میں انسان کی مختلف خصوصیات کو پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان مسجد بناتا ہے، عبادت کے لئے دوسرا صرف ایک انسان ہی ان نمازیوں کی جوتیاں چراتا ہے اور جو ان کو اچھی نصیحتیں کرتا ہے وہ بھی ایک انسان ہی ہوتا ہے۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی انسان ہی دشمنی کرتا ہے۔ یعنی انسان کو انسان ہی برباد کرتا ہے۔

اختیار کہتے ہیں کہ۔

دوستوں کی تصویریں جب ہٹیں نظروں سے
تب ہوا اختیار آخر وقت مہرباں اپنا

یقین

دوستی بد بلا ہے اس میں خدا
کسی دشمن کو مبتلا نہ کرے

اختیار کہتے ہیں کہ دوستی میں میں نے اپنے دوست کو تمام راز کی باتیں کہہ دیں

اس پر بھروسہ کیا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا دوست ہی میرا سب سے بڑا دشمن ثابت ہوگا۔ پھر میں نے دوستی ترک کردی تب جا کر میرے لئے خوشی کا موسم آیا۔

یقین صاحب کہتے ہیں کہ دوستی سب سے بڑی بلا ہے جو کبھی کبھی انسان کی زندگی کو پامال کر دیتی ہے۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ خدا کسی کو دوستی کرنے پر آمادہ نہ کرے۔

خیال

نفرتوں کا جو ہے موسم وہ بدل جائے گا
وقت اب آ گیا آتش تری پسپائی کا

تبسم

دیکھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں ترے دور کا آغاز ہے

ناصر

بچھڑ گئے وہ کہ دور ہوگیا
ٹوٹے گا طلسم کب نگاہی

ان اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شعراء کے ہاں سماجی حالات کا کتنا گہرا شعور ہے اور وہ جانتے ہیں کہ زندگی کے نشیب و فراز اور معاشرتی حالات کے مدوجزر کو کتنی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ شعراء نے اپنے ۔۔۔۔ گردوپیش کے حالات و واقعات کا بڑا اثر قبول کیا ہے۔ یعنی حالات حاضرہ کی تفصیل ان کے کلام میں ملتی ہے۔

خیال

خاموشیوں کا زہر بھی پینا پڑے ہمیں
مسیحوں کا حال شہر کا منظر سنائے گا

(سلسلہ جاری ہے)

ناصر

شہر در شہر گھر جلائے گئے
یوں بھی جشنِ طرب منائے گئے

خلیل

لوگ حالاتِ چمن پوچھنے آئے ہیں خلیل
اپنے چہرہ کو ہر اک شخص کا چہرہ کہیے

ناصر

اک طرف جھوم کے بہار آئی
اک طرف آشیاں جلائے گئے

یہ تمام شعر حالاتِ حاضرہ کے پیکر ہیں۔ خلیل کہتے ہیں کہ۔

خلیل

تو دشمنوں کی طرح سے نہ پڑھ فسانوں کو
ورق ورق مرے کردار کی حکایت ہے

میر

مجھ کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے تو جمع دیوان کیا

خلیل کہتے ہیں کہ میرے حالاتِ زندگی کو صرف فسانے کی طرح مت پڑھو کیونکہ میری زندگی کی کتاب کا ہر ایک ورق میرے کردار کی حکایت ہے اور میرے حالاتِ زندگی کا پیکر ہے اگر ان کو آپ دوستوں کی طرح پڑھو گے تو ان میں آپ کو میرے کردار کی ترجمانی ملے گی۔ میری شخصیت میرے حالات، میری زندگی کا عکس نظر آئے گا۔ اگر آپ دشمنوں کی طرح پڑھو گے تو میری شاعری کا نصب العین نہیں سمجھ سکو گے۔

میر کہتے ہیں کہ میری شاعری زندگی کی آئینہ دار ہے صرف شاعری سمجھ کر

مت پڑھو کیونکہ میرے حیات زندگی میں غم دوراں اور غم جاناں دونوں کا عکس نظر آتا ہے۔
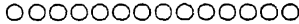
زہرہ تبسم آرا بیگم
یم اے (عثمانیہ)

OOOOOOOOOOOOOOOO

پنی بت

شعر ہمیشہ سے فطرت ک شہ زر رہ ہے۔ ور شعر و دب ک دنی نمو، تمدن ک رک دخلی و خرجی ہیئت کے بے بہ پیکر ور سے ہر دور میں سجتی رہی ہے۔ ترسیل جو بذت خود یک فن ہے، کبھی کبھ ر سیے ک شکر بھی ہو جی کرتی ہے۔ ور آج کے شعرو دب ک بسط س سے مبرّ نہیں ہے۔ یہ یک کلیہ ہے کہ شعرو دب ک تخلیق تجربہ سے زیدہ رنگ و بست پر نحصر کرتی ہے سچنچہ کسی شعر کو سمجھنے ور پرکھنے کے لئے س ک شعری کے تجزیہ سے زیدہ ہم س ک شخصیت ک جننا ہوت ہے۔ یہ یک حقیقت ہے کہ شعر ک دخلی ی خرجی حیثیت بہر ح ل س ک مخصوص نہ تو مختلف منفی و مثبت پہلوؤں سے خل نہیں ہوتی ور س کے فن پرے لا محلہ س ک شخصیت کے پرتو سے مزین ہوتے ہیں۔

میں بحیثیت یک شعر پنے حسست، مشہدت ور تجربت کے پیکر ترش چلا آ رہا ہوں۔ یہ عرصہ تین دہوں پر محیط ہے۔ ور ن تین دہوں میں میرے شب و روز ک چھوٹیں وبرئیں، کمیبیں و ن کمیں بشمول تنہئیں، چمکتی صبحیں، ڈوبتی شمیں ور جلتے بجھتے حسست سب کچھ شمل ہیں؛ جو نہ صرف میری زندگی ک نز حصہ ہیں بلکہ میری شعری کے جزئے ترکیبی بھی۔ ور ن جزئے ترکیبی ک تحلیل سی صورت میں ممکن ہوگی جب میں پنی ذت و شخصیت سے وبستہ پس منظر ک ختصر ذکر کردوں ورنہ بہ حیثیت یک شعر کے پنی شخصیت ک ظہر ی س کے تشخص کے تعین سے میں نے ہمیشہ گریز کی ہے ور میں بہ عموم۔

ع کہتی ہے تجھ کو خلق خد غئبنہ کی

ک قئل ہوں۔

اپنے بارے میں کچھ لکھنا ایک ادیب یا شاعر کے لئے اتنا ہی مشکل اور دشوار ہے جتنا کہ ایک سنگ تراش کے لئے بے جان پتھروں میں جان بھر دینا۔ ویسے ہر فنکار کا تعارف اس کی اپنی تخلیقات ہوتی ہیں۔ پھر بھی ان وجوہات پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے وجود کا احساس ایک شخص کو فنکار بنا دیتا ہے۔

اسلوب بیان وہی کامیاب ہوتا ہے جو ہر طرح کے تصنع و بناوٹ سے پاک ہو۔

"یونانی زبان میں شاعر کے معنیٰ بنانے والا ہے۔" گویا شاعر تخلیق کار ہوتا ہے

ڈاکٹر جانسن سے جب شاعری کی تعریف کرنے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا "جتنا یہ کہنا آسان ہے کہ یہ چیز شاعری نہیں ہے"

انگریزی کے مشہور شاعر و نقاد میتھیو آرنلڈ نے شاعری کو زندگی کی تنقید سے تعبیر کیا ہے۔

شعر سچ پوچھئے تو الفاظ یا لفظوں کے آہنگ کا مجموعہ ہے اور آہنگ شعر کے الفاظ اور اسلوب سے پیدا ہوتا ہے جبکہ معنیٰ سے مفہوم کا وسیلہ عطا کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شاعری عظمت کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے خیالات کو کتنے پرزور اور حسین انداز سے زندگی پر منطبق کرتا ہے۔ یہاں اس کی مجموعی حیثیت کام آتی ہے۔ اس کی خارجی قوت اس کا تخیل، اسکے جذبات و احساسات، اس کی قوت فکر، اس کا ذوق جمال اور زندگی کی آمیزش سے اس کے فن میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

شاعری اس فنکارانہ صلاحیت سے لوگ زندگی میں تازگی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔ شاعر یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے دل پر جو داخلی کیفیت گذرتی ہے وہ لفظوں کے آہنگ سے ظاہر ہو جائے چونکہ فن خیال اور الفاظ کا حسین امتزاج ہے۔

"قندیلِ ہنر" میری نئی کتاب ہے اس میں وہ تمام خط و خال شامل ہیں جو میری زندگی اور شاعری میں مختلف حادثات کی شکل میں بتدریج داخل ہوئے ہیں۔ میں اپنی شاعری

کے بارے میں کبھی کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا۔ جو شعر تڑپتے دل، سلگتے جذبات اور جلتے ہوئے احساسات کے آئینہ دار ہوتے ہیں وہ بہرحال اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ میرے خیال میں اس تھوڑے سے اثر کا احساس بھی ایک فنکار کے لئے بہت بڑا انعام ہے۔ جو لوگ مجھے سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں وہ میرے بارے میں اپنی کوئی رائے ضرور رکھتے ہونگے۔

"قند ہند" میری چوتھی پیشکش ہے۔

میرا وطن شہر تمنا حیدرآباد ہے۔

زمانہ کہتا ہے فیض حسن خیال جسے
وہ اجنبی کی طرح اپنے گھر میں رہتا ہے

میرے والد مولوی محمد حسین صاحب قادریؒ نظام حیدرآباد کی فوج میں ایک افسر تھے اور آپ ہی جنگ عظیم کے ایک جانباز سپاہی بھی۔ اس سلسلہ میں ضلع ورنگل قصبہ پاکھال میں 50 ایکڑ زمین اور ایک میڈل انعام بھی ملا تھا اور ۔۔۔۔۔۔ قطب زمانہ حضرت سیدی و مرشدی یحییٰ پاشاہ صاحب قبلہؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے اور میرے دادا حضرت شاہ محمد مراد صاحبؒ جو حضرت شیخ محی الدینؒ سجادہ نشین آستانہ حضرت قادر پاشاہ صاحب قبلہؒ (مستعد پورہ) کے برخوردار تھے۔ چنانچہ ہمارے گھرانے میں مذہبی رنگ، صوفیانہ مزاج اور وسعت نظر عام تھی۔ اسی مذہبی گہوارہ اور دینی ماحول میں، میں نے پرورش پائی۔ میری ابتدائی تعلیم تعلقہ گوکنڈہ کے مڈل اسکول میں ہوئی بعد ازاں میں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد جامعہ اردو علی گڑھ سے امتحان ادیب فاضل اور عثمانیہ یونیورسٹی سے بی۔ او۔ ایل (B.O.L) اور بی۔ اے بھی پاس کیا۔

میں ابھی اسکول کا طالب علم ہی تھا کہ مجھے شعر و شاعری سے شغف پیدا ہوا۔ ابتداء میں مختلف موضوعات پر نظمیں لکھتا رہا پھر غزلیں لکھنے لگا۔ جب مجھ میں تخلیق شعر کا احساس پیدا ہوا تو میں نے پابندی سے صنف شاعری میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ میں تقریباً تمام اصناف سخن میں شعر کہتا ہوں لیکن غزل اور نظم سے برابر کا رشتہ ہے۔

ابتداء میں میں نے اپنا کلام حضرت قدر عریضی صاحب کو بتایا بعد ازاں میں نے حضرت عبدالقدیم راج یعقوبی صاحب سے فن عروض سیکھا۔

اس طرح شعر و شاعری کا یہ سلسلہ دراز ہوتا رہا اور یہ سفر ہنوز جاری ہے۔ احباب کی دعائیں شامل حال رہیں تو مستقبل بھی شعر و سخن کی خوشبو سے مہکتا رہے گا۔

حرف اور لفظ کی خوشبو ہے ترا پیرہن
تیری خوشبو کا ترانہ ہی سنانا ہے مجھے

فیض احسن خیال

نعت شریف

سوئے بطحا مجھے آنے دو چلے آنے دو
میرے آقا مرے حالات بدل جانے دو

بعد میں مجھ کو کسی نام سے منسوب کرو
پہلے دیوانہ محمد کا تو کہلانے دو

روشنی آنکھوں کی گھر گھر میں کروں گا تقسیم
گنبدِ شاہِ مدینہ تو نظر آنے دو

ایک ہی پل میں مدینہ بھی پہنچ جاؤں گا
میرے آقا کو ذرا یاد تو فرمانے دو

میں تو بیمارِ محبت ہوں سنبھل جاؤں گا
مجھ کو سرکار کے دامن کی ہوا کھانے دو

ہے خیالِ رُخِ شہِ کونین مرے دل میں خیال
یادِ سرکار مری نس نس میں سما جانے دو

دونوں عالم پہ فتح پائی ہے
شاہِ دیں کی عجب گدائی ہے

ذکرِ صلِّ علیٰ ہے صلِّ علیٰ
آج جلووں کی رات آئی ہے

اپنی کملی میں دے پناہ مجھے
کملی والے تری دُہائی ہے

جس پہ اُٹھی وہ اک نگاہِ کرم
اُس کی تقدیر جگمگائی ہے

تیرے قبضے میں ہیں یہ دونوں جہاں
لامکاں تک تری رسائی ہے

حق تو یہ ہے کہ تُو ہے پرتوِ حق
تیری فطرت ہی حق نمائی ہے

پھر بہار آئی زخم تازہ ہوئے
پھر مدینہ کی یاد آئی ہے

اک نگاہِ کرم مرے آقا
ناؤ اُمّت کی ڈگمگائی ہے

قُربِ شاہِ اُممؐ ہے جس کا نصیب
اُس کو غربت ہی راس آئی ہے

جب بھی آیا ہے مشکلوں کا خیال
تری نسبت ہی کام آئی ہے

میں کب سے دیکھ رہا ہوں نبی تمہاری طرف
کہ تم کو دیکھنا ہے دیکھنا خدا کی طرف
میں کیسے آؤں مدینہ کی راجدھانی میرا
اے بادشاہِ حرم اک نگاہ میری طرف

تمہاری یاد کو سینے سے جب لگاتا ہوں
میں زندگی کے ہر اک غم کو بھول جاتا ہوں
تمہاری یاد میں کیا بات ہے خدا جانے
میں ایک پل میں مدینہ بھی جا کے آتا ہوں

تمہاری یاد ہی ہر درد کا مداوا ہے
تمہاری یاد ہی تنہائی کا سہارا ہے
تمہاری یاد ہی محشر میں کام آئے گی
تمہاری یاد ہی عقبیٰ ہے میری دنیا ہے

تمہاری یاد ضمانت ہے زندگانی کی
تمہاری یاد صداقت ہے زندگانی کی
تمہاری یاد محبت بھی ہے عبادت بھی
تمہاری یاد بشارت ہے زندگانی کی

خیال جب سے مدینہ کا آ گیا ہے مجھے
ہر ایک لمحہ صدا بن کے ڈس رہا ہے مجھے
نبی جی آج بھی اک نگاہِ لطف و کرم
تمہاری یاد نے بے چین کر دیا ہے مجھے

منقبت

گزرتی ہے مری عمرِ رواں خواجہ پرستی میں
ہمارے بن گئے دونوں جہاں خواجہ پرستی میں

بہت ہی کام کی شے ہے محبت میرے خواجہ کی
مژدہ دو دوستو ہر شے یہاں خواجہ پرستی میں

نشانِ سجدہ داغِ غم مٹائے مٹ نہیں سکتے
رہے گا حشر تک اپنا نشاں خواجہ پرستی میں

ہزاروں مرحلے آئے چمن میں دوستو لیکن
رہا اپنا سلامت آشیاں خواجہ پرستی میں

خوشی شہرت گئی دردِ نہاں کے آبشاروں سے
ہمیں کیا شے نہ دیکھو ملی خواجہ پرستی میں

یہاں ہر آئینہ میں عکسِ خواجہ جگمگاتا ہے
خیاباں بن گیا سارا جہاں خواجہ پرستی میں

آئینہ بن کے ترے شہر میں جب آؤں گا
ہر نئے ذہن کو تیری طرح چمکاؤں گا

میں چراغ سفر درد بھی بن جاؤں گا
بے زباں چہروں پہ ہنسنے کی ادا لاؤں گا

یوں تو سرخی ہے مرے نام کی اخبار میں روز
کب تلک شہر میں میں اجنبی کہلاؤں گا

بات کچھ دن کی ہے موسم تو بدل جانے دے
تیری آنکھوں کے لیے خواب نئے لاؤں گا

میرے کشکول میں خوشبو ہے ترے ہاتھوں کی
میں جہاں جاؤں گا شہزادہ ہی کہلاؤں گا

مجھ کو معلوم ہے آداب محبت کیا ہیں
تجھ کو میں ہاتھ لگاؤں گا تو گھبرا جاؤں گا

لوگ جب آئیں گے تفہیم محبت کے لیے
میں ترے پھولوں سے لہجے کا شرف پاؤں گا

جب بھی آ جائے گا تپتے ہوئے صحرا کا خیال
تیری زلفوں کی گھنی چھاؤں میں سو جاؤں گا

شعورِ دشمناں تم سے ہزار بہتر ہے
فریبِ دوستاں ہر لمحہ ایک نشتر ہے

یہ سوچ میں ہوں کہ کس نام سے پکاروں تجھے
نفرتیں پھُول رہی ہیں، ٹھوکریں تیرے پیچھے ہیں

بہت سے لوگ ہیں ذہنی کشمکش کے شکار
جو قد کو ناپ رہا ہے وہ سب سے کمتر ہے

پرندے بھول گئے پیشِ شام کی پرواز
تمہارے آج وہ گھر کا عجیب منظر ہے

ہر ایک جسم کے چہرے پہ من و تن کی تحریریں
کسی کا دستِ ہنر بتوں کے سر پر ہے

ابھی تک وہی نقشہ تمہارے آنگن کا
صبا یہ کہنے لگی ہے بہار گھر گھر ہے

نہیں ہے مجھ کو کسی اور آئینے کی تلاش
ہر آئینے میں ترا عکس رہ کے منوّر ہے

غریبِ شہر کو جب سے نیا پتہ دیکھا
فضائے شہرِ نگاراں کا حسن بہتر ہے۔

عشق بھی نہ ر پنا، درد بھی نہ ر پنا

حسن ک ر نگ ہو ر ہیں، قید ہے جہ ر پنا

آج کو نی نس ن، پنا ر ہ سے ہٹ کر

کھو دی یقیں پنا، کھو دی گم ر پنا

ہ تھ تک دع کو، آج اٹھ نہیں سکتے

کھو دی ہے ن ت م نے، ہجتہ فغ ں پنا

کتنی آندھی ں آئیں، کتنے مرحلے آئے

دیکھئے سر مت ہے ب بھی آشی ں پنا

فصلے ہی بہتر ہیں، قربتوں کی محف ں سے

دیکھنے ہے کب ہو گ، دشمن آسم ں پنا

ر ستے بد تے ہیں موسموں کے ڈر سے وگ

ہم نہ ر ستہ بد ے۔ ورنہ کر رو ں پنا

کہہ دو تم ہو ؤں کے تیز و تند جھونکوں سے

پھر سجنے و ے ہیں وگ آشی ں پنا

ہر نفس نئی خوشبو، ہر طرف اج ے

کون ہے ندھیرو ں میں دیکھو مہرب ں پنا

دوستی کی تصویریں جب ہٹ گئیں نظروں سے

تب ہو خی ل آخر وقت مہرب ں پنا

نشۂ غم ہی فقیروں کا ہے عنوانِ حیات
کتنی مشکل سے ہوا ہے ہمیں عرفانِ حیات

تجھ سے مل کر تو بچھڑنا ہی نہیں ہے ہم کو
تیری زلفوں کی گھنی شام ہے دامانِ حیات

میکدے میں تری آنکھوں کے سوا کچھ بھی نہیں
حشر اُٹھتا ہے ترے نام سے اے جانِ حیات

شام ہوتے ہی نشیمن کی طرف اُڑ جانا
ہر پرندہ کا یہی ہوتا ہے ارمانِ حیات

بھیگی پلکوں کے سوا تم نے دیا ہی کیا ہے
زیست کو دیکھو تو یہ بھی ہے سامانِ حیات

میری آنکھوں میں تو ہر پھولوں سا چہرہ ہے حسین
جس کی خوشبو سے مہکتا ہے گلستانِ حیات

ہم ترے نقشِ کفِ پا کے نشاں تک پہنچے
چلو اچھا ہوا، تہذیبِ جہاں تک پہنچے

ہر طرف آگ کا طوفان ہے جہاں تک پہنچے
دیکھئے شہر کے حالات کہاں تک پہنچے

سرخرو کون ہے اس دور میں قاتل کے سوا
خون ہی خون ہے ہر سمت جہاں تک پہنچے

کیا نظامِ چمنِ شہرِ وفا ہے یارو
پھول سے چہرے بھی اب جورِ خزاں تک پہنچے

چارہ گر بھی وہی، قاتل وہی، حاکم بھی وہی
کیسے فریاد مری نوکِ زباں تک پہنچے

سر پہ تلوار، زمیں شعلہ بکف، گرم ہوا
مسکرانے کے لیے ہم بھی کہاں تک پہنچے

ایسے آتے ہیں حوادث مرے پیچھے یارو
جیسے آسیب کوئی خانۂ امکاں تک پہنچے

ایک انساں کو انساں ہی سمجھ سکتا ہے
بات پھولوں کی ہے کیوں تیغ و سناں تک پہنچے

سب کے ہاتھوں میں نئے جام نظر آتے ہیں
ہم خیالاں آپ کے ہمراہ کہاں تک پہنچے

کرم بھی اُن کے عذابِ حیات ہوتے ہیں
جو روگ موجبِ صد حادثات ہوتے ہیں

نظامِ دار و رسن ہو یا نصبِ منجنیق نہ
ہمارے خون کے ہی واقعات ہوتے ہیں

پرندے چھوڑ چکے جب سے آشیانوں کو
چمن میں روز نئے حادثات ہوتے ہیں

چمن میں دوڑتی پھرتی ہے زندگی تنہا
خدا ہی جانے یہ کیا واقعات ہوتے ہیں

یہ کون رہبرِ منزل کے بھیس میں آیا
قدم قدم پہ نئے حادثات ہوتے ہیں

چلیں تو رستہ، ٹھہریں تو منزلِ مقصود
ترے دوانے نویدِ نجات ہوتے ہیں

میں کہہ رہا ہوں کہ ہٹ نہ سکی کے غم کا خیال
بشر رہے جس کے پیشِ مرحیات ہوتے ہیں

زمانہ دوڑ رہا ہے کرن کرن کے لیے
حیات چیخ رہی ہے کسی انجمن کے لیے

بہار ایسی پریشان ہے چمن کے لیے
ہو جیسے کوئی غریب الوطن وطن کے لیے

شعور ہار خرد کے حدود دیر و حرم
صلیب و دار سلامت دیوانہ پن کے لیے

چلے تو صبح بنارس رکے تو شام اودھ
بسن بسا کے بعد تا ہر اک دکن کے لیے

قدم قدم پہ ہیں سورج کے آئینے لیکن
ترس رہا ہے زمانہ کرن کرن کے لیے

میں دل کا آئینہ خانہ بنائے بیٹھا ہوں
تری ہر ایک ادا تیرے بانکپن کے لیے

گلاب گل کترہ کر تک رہے ہیں جو خیاں
مے ہیں خود سے پہنے پیرہن کے لیے

غزل حیات ہے خوش فہمیوں کا خواب نہیں
غزل ہے وصل، غزل تہمتِ شباب نہیں

سکون، چین، مسرّت کہاں سے پاؤ گے
تمہارے شہر میں فیضانِ انقلاب نہیں

یہ صبح بھی ہے تری شام بھی تو تیری ہے
ترے بغیر کوئی خواب میرا خواب نہیں

تمہیں رہے وسعتِ آئینوں کی محفل سے
تمہارے ذہن میں کب سے چمکتا خواب نہیں

یہ وصل ہے تو چشمِ کرم کے ضامن ہیں
تمہاری بے خبری باعثِ عتاب نہیں

بڑی کمی ہے یہاں اب بھی عقلِ فرزانا
بس جیتے ہیں تو غم سب کو دستیاب نہیں

سمجھ کے سوچ کے پڑھنے کی خیال رکھنا کتاب
یہ شاعری ہے، فنون کی یہ کتاب نہیں

تری نگاہ سلامت مجھے زوال نہیں
کوئی بھی رُت ہو بہت جانے کا سوال نہیں

میں سوچ بھی نہیں سکتا کسی کے بارے میں
بجُز تمہارے کوئی مرکزِ خیال نہیں

اُڑان جتنی ہو اتنا ہی رزق رہتا ہے
ہوا، بال و پر جو سلامت تو کچھ ملال نہیں

ہمیں بھی خانہ بدوشوں میں جو کرے شامل
قبیلے والوں میں وہ صاحبِ کمال نہیں

تمام شہر کی ہے روشنی نگاہوں میں
تمہاری دید کا اب تو کوئی سوال نہیں

خیال آپ کا ہے موسموں کا زیرِ نگاہ
اسی لیے تو وہ پابندِ ماہ و سال نہیں

ترا خیال بھی اک خوشگوار ساعت ہے
قریب پا کے تجھے یہ بھی اک عبادت ہے

نہ جانے کونسی شے ہے تری نگاہوں میں
کہیں پہ حشر بپا ہے کہیں قیامت ہے

بتا رہی ہے مجھے دوستوں کی تصویریں
سمجھ رہا ہوں یہ دشمن کی اک عنایت ہے

یہ کونسی ہے سیاست سمجھ میں آ نہ سکی
نئی نئی ہیں یہ شکلیں نئی قیادت ہے

کبھی تو دوست کبھی اجنبی کہا تُو نے
مگر یہ رسمِ وفا ہے کہ تیری چاہت ہے

یہ پودے کیوں شجرِ سایہ دار بن نہ سکے
کسی کو دست درازی کی کیوں اجازت ہے

سبق کو پڑھتا ہے ہر بار اک نیا مدرسہ
چمن کی مٹّی پہ تحریر جو عبارت ہے

تُو دشمنوں کی طرح سے نہ پڑھ فسانوں کو
ورق ورق پہ مرے کردار کی حکایت ہے

خیال تیرا تو میں رکھوں گا چشمِ تر کی طرح:
یہ میرا فن نگہِ دوست کی امانت ہے

کوئی بھی رُت ہو، یہ پیغام سنانا ہے مجھے
تری چاہت میں دل و جاں لُٹانا ہے مجھے

زندگی تجھ سے مروت کرنے کے لیے
ہر نئے ذہن کا منصوبہ بنانا ہے مجھے

خوش نصیبی مری تقدیر کی جبیں پر لکھ دے
اب مقدر ترے ہاتھوں سے بنانا ہے مجھے

حرف در لفظ کی خوشبو ہے تری پیار کی بات
تری خوشبو کو ترانہ ہی سُنانا ہے مجھے

کون ہے جو تری راہوں میں سرفراز چلے
تری راہوں میں تو نکھر کے بچھانا ہے مجھے

کس سے شکوہ کروں اب کون ہے سُننے والا
آئینہ اپنے ہی ہاتھوں کو بتانا ہے مجھے

بات بیگانوں کی ہے، کیوں مجھ سے الجھتے ہر دن
ربط دشمنِ جاں سے بھی بڑھانا ہے مجھے

مجھ پہ ہر روز یہ انداز شفیقانہ کیوں
میں حقیقت ہوں سمجھتا ہے تو افسانہ کیوں

رات ڈھلنے لگی آیا نہیں دیوانہ کیوں
تشنہ لب بیٹھا ہے اب صاحب میخانہ کیوں

کام آیا ہے چراغوں کی طرح جل جانا
ہم سے مانوس ہوا جاتا ہے پروانہ کیوں

کیا کوئی زخم نیا تم نے دیا ہے ان کو
اتنا مشہور ہوا شہر میں دیوانہ کیوں

ہم فقیرانہ صدا دے کے چلے جائیں گے
ہم فقیروں کے لیے آپ کا کاشانہ کیوں

کوئی کردار نہیں جن کا کسی محفل میں
ایسے لوگوں سے رکھے گا کوئی یارانہ کیوں

تری خوشبو کے مہکنے سے چلا آیا ہے
بنے رسوائی کا مجرم ترا دیوانہ کیوں

تم تو شاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے خیال
سامنے میرے یہ انداز فقیرانہ کیوں

محبت کے فرشتے نے مجھے محرم سمجھتے جاؤ تم
ہزاروں غم سہی لیکن یہاں پر مسکراؤ تم

کبھی اس عشق کی بازی پہ نہ تہمت لگاؤ تم
سمجھ کر سوچ کر آگے قدم اپنے بڑھاؤ تم

مرے نزدیک میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ تم
منظر جتنے ہیں اس شہر کے دلکش بناؤ تم

جہاں بھی جائیں گے جوڑا نہیں بچھڑیں گے ہم یارو
مگر پہلے سفر کے راستوں کو تو سجاؤ تم

ہزاروں وسوسے ابھریں گے دنیا کی آنکھوں میں
اگر خاموشیوں کا جشن محفل میں مناؤ تم

محبت گر نہیں دنیا میں تو کچھ بھی نہیں یارو
محبت زندگی ہے زندگی کے کام آؤ تم

تو موسموں کی طرح ہر نظر میں رہتا ہے
ترا وجود بہت تر سحر میں رہتا ہے

نظر تو سب کی ہے رنگ ظاہری جلووں پر
کسے خبر ہے کہ کیا کیا سحر میں رہتا ہے

حیات اُسی پہ چھڑکتی ہے نشترِ آدم
جو زخم سینۂ اہلِ ہنر میں رہتا ہے

ہے جس کی آنکھوں میں صدیوں کے فاصلے کا سفر
وہ ایک لمحہ تری رہگزر میں رہتا ہے

یہی تو خوبی ہے بس اک جنبشِ مسافر کی
دو نہ آگے تری رہگزر میں رہتا ہے

اسی لیے تو میں جشنِ سحر مناتا ہوں
تمہاری خوشبو کا جھونکا سحر میں رہتا ہے

مزاجِ دوست سے واقف نہیں ہے دیوانہ
کبھی وہ دنیا میں کبھی تو نظر میں رہتا ہے

کسی کی گفتگو ہونٹوں پہ جم گئی ہے خیال
کہ نہ میر جہاں کا نظر میں رہتا ہے

پیاسوں کی داستاں سمندر سُنے گا
رُوداد دربدروں کی منبر سُنے گا

سچ بولنا تو جرم ہے شہر میں آج کل
جو شہر میں ہو رہا ہے وہ خنجر سُنے گا

وہ دیکھو مہرباں کہاں چھپ گئے مرے
دشمن ہی میرے حال پہ ہنس کر سُنے گا

جس کا یہ ہے ذکر یہاں تم نے سرسری
اُس کا فسانہ غم کا سمندر سُنے گا

ان کو پڑھو اور ان کی نگاہوں کو چوم لو
ہم سب کا حال زار سخنور سُنے گا

اُس کے ہی دنیا میں ہوگا نیا فتنہ در شہر
گلشن کی حالت جو یہاں ہنس کر سُنے گا

جس نے کیا ہے پھُونک کے سید بہار میں
اُس کی کہانی وقت کا پتھر سُنے گا

کیسے کیسے ، ریے ہے ہار چمن نے بہار دیتا
یہ سبز سبز شِ خوں کا منظر سُنائے گا

خ موشیوں کا زہر بھی پینا پڑ ہمیں
میلوں کا ح ل شہر کا منظر سُنائے گا

ح رت شہر کتنا ہے سمجھیں گے آپ
پھولوں کی د ستان یہ ہار پتھّر سُنائے گا

دوستوں کی مجھ پہ یہ ہے مہربانی دیکھئے
دشمنوں کے لب پہ ہے میری کہانی دیکھئے

جو کہ مست بتاں اور میخانوں کی زینت بن گئے
وہ دلوں پہ کر رہے ہیں حکمرانی دیکھئے

ناصحے کتنے بھی ہوں اُن کی ہی آہ دوں گئیں
کیسے کرتے ہیں وہ میری پاسبانی دیکھئے

آپ کے غم کی کسک تھی جو ہتوں کی رشی
دوستوں نے وہ بھی لے لی ہے نشانی دیکھئے

جتنے تند آور تھے وہ بوٹوں کی صف میں آ گئے
تم تجھے لوگوں کی ہے کیسی حکمرانی دیکھئے

زرد تن کے بار سے پر ہیں روشنی ان کی اڑان
کتنی پیاری ہے پرندوں کی کہانی دیکھئے

ہم غمِ دوراں کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں دوستو
پھر بھی لب پر ہے ہمارے شادمانی دیکھئے

میں تو تیرا ہی نہیں ہوں خواب کی تشہیر کا
جاگتے رہنے کی ہے میری کہانی دیکھئے

ایک ہی گلشن کے گوشے میں کھڑی ہے نوبہار
دور تک پھیلی ہے صحرا کی کہانی دیکھئے

مسکراتا ہے جو میرا جلوہ در گلشن کی رخصت پر
اس کی آنکھوں میں بھی ہے غم کی کہانی دیکھئے

شہر پر بھی میرے محسنوں کا سائباں سا ہے
میں صدی کے تپتے دن سے محو گریزاں سا ہے

کون ہے مزاجوں کا خواب کتنا گریزاں سا ہے
پتھروں کے موسم میں جڑے شیر رتعد سا ہے

دور تک تری خوشبو دور تک تری آواز
تو جہاں بھی ٹھہر جائے وہ زمیں گلستاں سا ہے

کیا قصور دنیا کا ایک خطا زمانے کا
آدمی ستاتا ہے آدمی پریشاں سا ہے

کیا ہوا زمانے کا پاسبان محسن تھی
تنوں کا ہوا بکھر بکھر سا ہے

اے خیال سے تیرے سو گلاب کھلتے ہیں
تو نہیں تو گلشن میں دن پھر غزل خواں سا ہے

گُل و گُلزار کو کیسے کہیں ویرانے ہیں!

ہم حقیقت میں دیوانے نہیں فرزانے ہیں

تُو ہر اک شئے میں نہاں اور عیاں رہتا ہے

کیوں اب تک تری ہم ذات سے بیگانے ہیں

ہر نیا پھول مہکتا ہے تری خوشبو سے

پتّے پتّے پہ ترے نام کے افسانے ہیں

ورنہ یہ وقت صلیبوں کی سزائیں دیتا

یہی اچھا ہے کہ ہم شہر میں انجانے ہیں

کم ہے اگر ہے جو کیا کرتا ہے بیداد مجھ سے

اس کی ہر بات میں سرابات کے افسانے ہیں

کون اچھا کہ دیتا بھر سکتی نہیں دامن کو

میرے آنسو مرے دامن کے بھی دیوانے ہیں

ہر نیا شعر نئی پہچان دیا کرتا ہے

کتنے مشہور ترے شہر کے دیوانے ہیں

ہم خیالی رہے آذر رہے جامی رہے رئیس اختر بھی

جتنے احباب ہیں نیرؔ ترے دیوانے ہیں

جناب راشد آذر، جناب رحمٰن جامی، جناب رئیس اختر، جناب صلاح الدین نیرؔ

جانے کیوں وقت صلیبوں پہ چڑھاتا ہے مجھے
خاک کی طرح ہواؤں میں اڑاتا ہے مجھے

جس قدر غور سے اس شخص نے دیکھا ہے مجھے
اتنے ہی گہرے سمندر میں ڈبویا ہے مجھے

رات بھر جس کے شبستاں کو سجایا میں نے
وہ چراغوں کی طرح دن میں جلاتا ہے مجھے

چاہتا ہوں کہ نقابِ رخِ حسن اٹھے
سب کے چہروں کی لکیروں کو سمجھنا ہے مجھے

صبح دم جس کی شعاعوں میں تھا پیغامِ حیات
دوپہر کو اسی سورج نے جلایا ہے مجھے

جس کی آواز پہ اٹھتے ہیں زمانے کے قدم
اس کی آواز میں آواز ملانا ہے مجھے

روشنی کی زد میں ہیں حباب سارے دیکھئے
دوستوں میں کون ہیں دشمن ہمارے دیکھئے

ایک صحرا کی اُڑان سے نکھرے دوستو
فاصلے طے ہو گئے صدیوں کے سارے دیکھئے

ذرّہ ذرّہ شہر کا کرنوں کی صورت ہو گیا
آپ کے نقشِ قدم کتنے ہیں پیارے دیکھئے

اک طرف حالات بدلے اک طرف موسم کی بات
ہو گئے ویران کتنے گھر ہمارے دیکھئے

شہر کی خوشبو لے کر کئی پرندے اُڑ گئے
آسمانوں پر بھی ہیں غم کے نظارے دیکھئے

زندہ رہنا ہو سیرِ چمن سے دوستو!
کم نہ شے بن گئے نغمے ہمارے دیکھئے

تب پرندوں کی اُڑانوں کو ہمیں آئی خبر!
جب پرندے اُڑ گئے گلشن کے سارے دیکھئے

آئینوں کے شہروں میں پتھروں کا موسم ہے
ہر گلی میں بستی کے قاتلوں کا پرچم ہے

تم نے کتنے زخموں کے پھول چن لیے اب تک
دل شکستہ لوگوں کی فکر تم کو پیہم ہے

کچھ چراغ سینے میں صرف جھلملاتے ہیں
آپ کے شبستاں کی روشنی بھی مدھم ہے

بجھ گئے ہیں سارے ہی لیکن شہر تیرا ہے روشن
بے چراغ محفل کی آبرو ذرا کم ہے

عمر شادمانی کی کٹ گئی تو ہے لیکن
سلسلہ ترے غم کا آج تک بھی قائم ہے

رند سارے محفل میں خالی جام بیٹھے ہیں
شہر میں خیاباں سب کے تشنگی کا موسم ہے

نگرہ تیوروں کا شہر ترے بانکپن کا رنگ
ہجوں کی انجمن ہے تری انجمن کا رنگ

حالانکہ دور تک ہے جو ویران بستیاں
پھر کیوں دھواں دھواں سا ہے اپنے چمن کا رنگ

ہر محور فن کے آئینے چمکائیے جناب
صدیوں سے کہہ رہا ہے یہ شعر و سخن کا رنگ

برفیلے شہر میں بھی چلو ایک دو قدم
سبزہ اُگا رہا ہے دہن علم و فن کا رنگ

سو آئینے بنائیے اک ایک شعر سے
محفل میں جب بکھرتا ہے شعر و سخن کا رنگ

حالات کہہ رہے ہیں کہ اب خیر ہو میاں
کیا انقلاب لائے گا دیوانہ پن کا رنگ

اللہ جانے کون مرے دل میں آ گیا
شاداب کر رہا ہے جو شعر و سخن کا رنگ

سبب صحب کا طرح کون تھا نہیں معلوم
جھلک دکھا کے کہاں چھپ گیا نہیں معلوم

سجے تھے دار و رسن کے لیے ہو نہیں معلوم
عدو نہ خوش تھا مگر یہ راز نہیں معلوم

ہمیں تو صرف نگاہوں سے بات کرنی ہے
رموزِ جام و سبو میں ہے کیا نہیں معلوم

دل و نظر بھی معطّر تھے شمعِ منزل تک
مگر کہاں تھے ترے نقشِ پا نہیں معلوم

کڑی تھی دھوپ مگر سایہ دار موسم تھا
شجر شجر میں نہاں کون تھا نہیں معلوم

اندھیرے پھیل رہے تھے تمام شہر و دیار
کہاں پہ قافلۂ صبح تھا نہیں معلوم

سنیے تو میں نے کہا بہت ہوا کچھ تو بول دو میری جان
خموش رہنے کا کیا ہے رمز نہیں معلوم

بہت دنوں سے تھی جس کا انتظار مجھ کو خیال
وہ میرے دل میں یا آنکھوں میں تھا نہیں معلوم

مری آسودگی کو دوستو چرچا جہاں تک ہے
مری محرومیوں کا حلقۂ آخر بھی وہاں تک ہے

متاعِ زندگی تھے جتنے آنسو چھن گئے ہم سے
ہمارے دوستوں کی مہربانی بھی کہاں تک ہے

دیوں کی روشنی کو ہر طرح محدود مت کیجے
ہماری داستاں صحرا سے کر گلستاں تک ہے

ہر اک لمحہ نئے انداز سے ہم قتل ہوتے ہیں
ہمارے قتل کی سازش نگاہِ مہرباں تک ہے

ہمیں کب تک اندھیروں میں رکھو گے قافلے والو
ہماری تشنگی کا حال میرِ کارواں تک ہے

خیالِ یارِ دل گرفتہ سے نہ پوچھو اس پہ کیا گزری
تمہاری گفتگو کا لطف آنکھوں کی زباں تک ہے

شنکر دیال شرما

صدر جمہوریہ ہند

تو صدرِ مملکت ہے محبت کا پیار کا

تو آئینہ ہے الفت کا پیار کا

تو عتبرِ وقت ہے ہر عتبار سے

تیرے پیام ہوگا صداقت کا پیار کا

نسیمِ صبح و صحرا میں ڈھونڈنے والو
گلوں کا رشتہ بہاروں سے توڑنے والو
کبھی یہ سوچا ہے صحنِ چمن کا کیا ہوگا
کبھی یہ سوچا ہے ارضِ وطن کا کیا ہوگا
خلوصِ صبح کا ہر لمحہ تم سے کہتا ہے
چراغ بن کے اندھیروں میں تم کو جلنا ہے

یہ بھیم و ارجن و ٹیپو کا دیش ہے دیکھو
چمن چمن کے نگہبان ہیں تمہیں دیکھو
یہاں پہ ہندو، مسلمان، سکھ اور عیسائی
چمن کی نسبتیں ہیں ان سے پیار ہی نگر
یہ میرا شہرِ محبت ہے اس کی قدر کرو
یہ میرا شہرِ محبت ہے بتوں کے رہو

پیار کا وعدہ

پیاری نرسمہا کے ذرّے ذرّے پر
پھولوں کی برسات ہوئی ہے
ڈالی ڈالی خوشبو چہکے
پتّہ پتّہ امرت ڈھوئے
دشمن بھی اب موسم سے شرمندہ ہو کر
ہے رنجیدہ
سچ سچ کہہ کے تم جب آؤ گے
پیار کے موسم کی نگری میں
جیون امرت خود برسے گا
پیار کا آنگن بھر جائے گا
جیسے ساون کے دیوتا
تم بھی ہم بھی سب مل کر ہی گائیں گے
منظر دیکھو پھر کیا ہوگا

لحظہ بہ لحظہ
پھولوں کی برسات ہنسے گی
مدھ سُروں میں گیت نرالے
کرشن کنہیا کی بنسی کو
سُننے سارا شہر اُٹھے گا
نیکی ہی کام آئے گی دیکھو
تم بھی آخر کچھ تو بولو
وعدہ کرو تم پیار کا کرلو
اِس دھرتی کی پتھریلی وادی کو بھی تم
گلشن کر دو!

सरबलंद

पी. वी. नरसिंह राव के दरवाजे पर
फूलों की बारात हुई है

डाली डाली खुशबू फैले
पात पात अमृत घोले

दुश्मन भी अब नैनन से [1]शर्मिंदा हो कर
है [2]सरबलंद

राज धज के तुम जब आओगे
प्यारे के नैनन की [3]वादी में,

जीवन-अमृत खुद बरसेगा
प्यार का आँगन लहराएगा

उजले मन के देवता को
तुम भी हम भी सब मिल कर ही ठहराएँगे

मंजर देखो फिर क्या होगा
लहजा ब लहजा

फूलों की बारात हंसेगी
मधुर सुरों में गीत निराले

कृष्ण कन्हैया की बंसी को
सुनने सारा शहर उठेगा

[5]नेकी ही काम आएगी देखो
तुम भी आखिर कुछ तो बोलो

वादा इक तुम प्यार का कर लो
इस धरती की पथरीली वादी को भी तुम
गुलशन कहना

१. लज्जित, २. कामयाब, ३. घाटी, ४. हर पल, ५. पुण्य

ग़ज़ल

आइने के शैदाई, आइना मुक़ाबिल है
देखना है ये हम को, कौन किस का [2]क़ातिल है

रोज़ मेरे कमरे में, रोज़ फूल खिलते हैं,
[3]ख़िलवतों की महफ़िल भी देखने के [4]क़ाबिल है

इतनी [5]मुतमइन क्यों है आज लैलाए महमिल,
क्या कोई दीवाना भी कारवाँ में शामिल है

किस की हैं ये [7]तहरीरें, [8]लफ़्ज़ लफ़्ज़ शोला है,
क्या चमन जलाने का [9]इंतेज़ाम कामिल है

कल तलक जो फूलों के शहर का [10]मुहाफ़िज़ था,
उस की गर्म गुफ़्तारी, ज़हर की [12]मुमासिल है

बोरिया बिछा कर हम जिस के [13]दर पे बैठे हैं,
उस के घर का हर [14]लम्हा, रहज़नों का [15]क़ातिल है

फिर ख़याल आया है [16]मैकशों की महफ़िल में,
[17]मैकदे से [18]मक़तल तक [19]तौक़ है [20]सलासिल है

१. चाहने वाले, २. हत्यारा, ३. एकांत, ४. योग्य, ५. संतुष्ट, ६. लैला की पालकी, ७. लेख, ८. शब्द शब्द, ९. पूर्ण व्यवस्था, १०. रक्षक, ११. तीव्र वार्तालाप, १२. समान, १३. द्वार, १४. पल, १५. हत्यारा, १६. शराब पीने वालों, १७. मधुशाला, १८. हत्या स्थल, १९. गले का लौह फंदा, २०. ज़ंजीर

ग़ज़ल

तेर ख़्रय ल भी इक [1]ख़ुश ग व र [2]स अत है
क़रीब प न तुझे ये भी इक इब दत है

न ज ने कौन स ह है तेरे न ग हों में,
कहीं ते इहश ब प है, कहीं क़य मत है

बत रह है मुझे दोस्तों की तल्व रें,
स मझ रह हूँ ये, दुश्मन की इक [4]इन यत है

ये कौन स है [5]सिय सत, समझ में आ न सके,
नई नई हैं ये [6]शक्लें, नई [7]क़य दत है

कभी ते दोस्त, कभी [8]अजनबी कह तूने,
मगर ये [9]रस्मे वफ़, है कि तेरी च हत है

ये प दे क्यों इजरे स य द र बन न सके,
किसी के [10]दख़्ल दर ज़ी की क्यों [11]इज ज़त है

उसी को पढ़त है हर स ल क नय मौसम,
चमन को मेंहदी [12]तहरीर जो [13]इब रत है

तू दुश्मनों की तरह ये न पढ़ प स ने को,
[14]वरक़ वरक़ मेरे [15]किरद र की हिक यत है

ख़्य ल, उस को मैं रक्खूँ, [17]चश्मे तर की तरह,
ये मेरे फ़न [18]निग हे दोस्त को [19]अम नत है

१. अ नन्दप्रद, २. पल, ३. क़यामत प्रलय, ४. कृप, ५. राजनीति, ६. चहरे, ७. नेतृत्व, ८. अपरिचित, ९. दोस्ती के प्रथा, १०. हस्तक्षेप, ११. अनुमति, १२. लिखी हुई, १३. लेख १४. पृष्ठ पृष्ठ, १५. चरित्र, १६. कही हुई बात, १७. भीगी आँखें, १८. मित्र की नज़र, १९. धरोहर

ग़ज़ल

तू आसमानों की तरह हर नज़र में रहता है
तेरा [1]वजूद [2]लिबासे सहर में रहता है

नज़र तो सब की है इन ज़ाहिरी उजालों पर,
किसे ख़बर है कि क्या क्या सहर में रहता है

[3]हयात उस पे चलाती है [4]निश्तरे आलाम,
जो शख़्स [5]सानिए अहले हुनर में रहता है

है जिस की आँखों में, सदियों के फ़ासले का [6]भरम,
वो एक लम्हा तेरी [7]रहगुज़र में रहता है

यही तो ख़ूबी है, इस अजनबी मुसाफ़िर की,
दिवाना बन के तेरी रहगुज़र में रहता है.

इसी लिए तो मैं, [8]जश्ने सहर मनाता हूँ
तुम्हारे [illegible] का इक सहर में रहता है..

[9]मिज़ाजे दोस्त से [10]वाक़िफ़ नहीं है दीवाना,
कभी तो दिल में कभी तो नज़र में रहता है

किसी की गुफ़्तगू होंठों पे जम गई है ख़्याल
फ़साना मेरा जहाँ की नज़र में रहता है

१. अस्तित्व, २. सुबह के लिबास, ३. जीवन, ४. कष्टों का खंजर, ५. कलाकारों के संगमें, ६. रहस्य,
७. मार्ग, ८. सुबह का समारोह, ९. मित्र के स्वभाव से १०. परिचित

ग़ज़ल

आग शहरों से मेरे, गाँव तलक आई है
साफ़ ज़हनों पे भी, मज़हब की घटा छाई है

कल जो मंदिर को, [2]मसाजिद की तरफ़ दौड़ी थी,
क़त्ल [3]किरदार का, करने वो हवा आई है

तेरी यादों के कंवल ऐसे तरसे हैं मेरे,
[4]मौजे साहिल मेरी आँखों में उतर आई है

तुम ने मैख़ाने को, चाहे पे भी खींची है लकीर,
हम ने [6]सहरा भी सजाने की क़सम खाई है

ज़िंदगी बात बनाने में बड़ी है [7]माहिर,
हर [8]हक़ीक़त को फ़साने में छुपा लाई है

हाथ कट जाते हैं इस [9]दौर में उस के ही ख़याल,
जिस ने सच्चाई उगाने की क़सम खाई है

१. धर्म, २. मस्जिद का बहुवचन, ३. चरित्र, ४. किनारे की लहर, ५. मधुशाला, ६. जंगल, ७. निपुण, ८. वास्तविकता ९. युग.

ग़ज़ल

मेरी [१]आसूदगी का दोस्तो, चर्चा जहाँ तक है
मेरी [२]महरूमियों की [३]हद्दे आख़िर भी वहाँ तक है

[४]मताए ज़िंदगी थे जितने आँसू छिन गए हमसे,
हमारे दोस्तों की मेहरबानी भी कहाँ तक है।

दिलों की रौशनी को इस तरह [५]महदूद मत कीजे,
हमारी [६]दास्ताँ सहरा से लेकर गुलसिताँ तक है।

हर इक लम्हा नए अंदाज़ से हम क़त्ल होते हैं,
हमारे क़त्ल की [७]साज़िश निगाहे मेहरबाँ तक है

हमें कब तक अँधेरों में रखेंगे क़ाफ़िले वाले,
हमारी [८]तश्नगी का हल, [९]अमीरे कारवाँ तक है

ख़ुदारा [१०]दिल गिरफ़्ता से न पूछो उस पे क्या गुज़री,
तुम्हारी [११]गुफ़्तगू का [१२]लुत्फ़, आँखों, की ज़बाँ तक है

१. तृप्ति, २. अभाव, ३. अंतिम सीमा, ४. जीवन-धन, ५. सीमित, ६. कहानी, ७. षडयंत्र, ८. प्यास,
९. क़ाफ़िले का सरदार, १०. दुखी, पीड़ित, १२. मज़ा आनंद

ग़ज़ल

तेरी निगाह सलामत मुझे [1]ज़वाल नहीं
कोई भी रुत हो बहक जाने का सवाल नहीं

मैं सोच भी नहीं सकता किसी के बारे में,
[2]बजुज़ तुम्हारे कोई [3]मर्कज़े ख़याल नहीं

उड़ान जितनी हो, उतना ही [4]रिज़्क़ मिलता है,
हों [5]बालो पर जो [6]सलामत तो कुछ [7]मलाल नहीं

हमें भी [8]ख़ाना बदोशों में जो करे [9]शामिल,
क़बीले वालों में वो [10]साहिबे कमाल नहीं

तमाम शहर की है रोशनी निगाहों में
तुम्हारी [11]दीद का, अब तो कोई सवाल नहीं

ख़याल आपका, है मौसमों का दीवान,
इसी लिए तो वो, [12]पाबन्दे माहो साल नहीं

१. पतन २. तुम्हारे सिवा, ३. केन्द्रीय भाव, ४. भोजन, ५. पंख, ६. सुरक्षित ७. दुख, ८. बंजारों, ९. सम्मिलित, १०. समर्थ, ११. दर्शन, १२. समय का पाबन्द

जो [14]फ़ितनागर हैं उन को शहर में दाख़िल न होने दो ,
कोई भी सूरत हो दुनिया की, हमेशा मुस्कुराते जाना

यहाँ [15]सरगोशियाँ देखने लोगों की [16]ग़नीमत हैं,
न अब हम को [17]ख़िरद का कोई अफ़साना सुनाते जाना

हर इक लम्हा [18]रिफ़ाक़त का, करोगे दौलतें [19]तक़सीम न,
अगर दिल को वफ़ा का, आईना ख़ाना बनाते जाना

कोई भी [20]मरहला हो, वो तुम्हारे काम आएगा,
ख़याल अच्छा है अपने साथ रख कर आज़माते जाना

१. पलपल, २. कलंक, ३. समीप, ४. दृश्य, ५. सुंदर, ६. आशंकाएँ, ७. समारोह, ८. यादें, ९. हरियाली, १०. प्रेम का निशान, ११. रोने वाले, १२. प्रेम की बाढ़, १३. गली, १४. षड्यंत्रकारी १५. राज़ की धीमी आवाज़ें जो कान में कही जाती हैं १६. [illegible], १७. बुद्धिमानी, १८. सहवास, १९. बाँटना, २०. कठिनाई

ग़ज़ल

मुहब्बत के फ़साने ¹लम्हा लम्हा लिखते जाओ तुम,
हज़ारों ग़म रहें लेकिन यहाँ पर मुस्कुराओ तुम

अभी तो इश्क़ की बाज़ी में न ²तोहमत लगाओ तुम
समझ कर सोच कर आओ क़दम अपने बढ़ाओ तुम

मेरे ³नज़दीक मेरे पास आ कर बैठ जाओ तुम
⁴नमाज़ी जितने हैं इस शहर के ⁵दिलकश बनाओ तुम

जहाँ भी जाएँगे जा कर नहीं बिछड़ेंगे हम दोनों,
मगर पहले सफ़र के रास्तों को तो सजाओ तुम

हज़ारों ⁶वलवले लहराएँगे, दुनिया की आँखों में,
अगर ख़ामोशियों का ⁷जश्न, महफ़िल में मनाओ तुम

मुहब्बत ⁸गर नहीं दुनिया में तो कुछ भी नहीं यारो,
मुहब्बत ज़िंदगी है, ज़िंदगी के काम आओ तुम

हज़ारों ग़म उठाएँगे, तुम्हारे साथ हम चल कर,
मगर पहले कोई नग़मा, मुहब्बत का सुनाओ तुम

ये बदले नज़ारे ⁹सब्ज़ा भी बन जाएँगे एक दिन,
मगर ¹⁰नक़्शे वफ़ा पहले मुहब्बत का उगाओ तुम

चलो अब चल के देखो, शहर की संगीन राहों को,
अगर हिम्मत नहीं तो, ¹¹मेहगार को साथ लाओ तुम

जो ¹²सैले मुहब्बत बढ़ रहा है, गाँव गाँव में,
उसे अब शहर की बस्ती के हर ¹³कूचे में लाओ तुम

ग़ज़ल

आइनों के शहरों में पत्थरों का मौसम है
हर गली में बस्ती के [1]क़ातिलों का [2]परचम है

तुम ने कितने ज़ख़्मों के फूल चुन लिए अब तक,
दिल शिकस्ता लोगों की [3]फ़िक्र तुम को [4]पैहम है

कुछ चिराग़ रोते हैं, सिर्फ़ झिलमिलाते हैं,
आप के [5]शबिस्ताँ की रौशनी भी मद्धम है

बुझ गया हूँ मैं लेकिन, शहर तेरा है रौशन,
बेचिराग़ महफ़िल की, [6]आबरू मेरा ग़म है

उम्र [7]शादमानी की, कट गई तो है लेकिन,
सिलसिला तेरे ग़म का, आज तक भी क़ायम है

[8]रिंद सारे महफ़िल में, ख़ाली [9]जाम बैठे हैं,
शहर में ख़याल अब के [10]तिश्नगी का मौसम है

१. हत्यारों, २. ध्वज, ३. चिन्ता, ४. निरन्तर, ५. सभा, ६. लाज, ७. प्रसन्नता, ८. शराबी, ९. चषक,
१०. प्यास.

तेरे लहजे से [11]वाक़िफ़ हो गया हूँ
बदल के लहजा क्यों तड़पा रहा है

[12]सलीबें पर मिलेगा ये चमन में,
यही तो ज़िंदगी से पूछना है

उसी को [13]क़त्ल करने की है [14]साज़िश
समंदर पर भी जो प्यासा खड़ा है

यहाँ अब के बरस बहारें चमन में,
[15]गुलिस्ताँ भी हमें [16]सहरा लगा है

यहाँ फिर कश्तियाँ किस की जली हैं,
समंदर [17]साहिलों से पूछता है

चले गए [18]मक़तलों में सर उठा कर,
तेरा दामन क्यों बिकने चला है

ख़ुदाया हर लम्हे से मैं ये कह रहा हूँ,
मेरा दिल आईना है, आईना है

११ परिचित, १२. सूलियें, १३. हत्या, १४. षडयंत्र, १५. बाग़, १६. जंगल, १७. किनारें, १८. हत्या-स्थल

ग़ज़ल

कोई भी रुत हो, ये [1]पैग़ाम सुनाना है मुझे
तेरी चाहत में दिलो जान लुटाना है मुझे

ज़िदंगी तुझ से मुलाक़ात करने के लिए,
हर नए ज़हन को [2]मंसूर बनाना है मुझे

खुश नसीबी मेरी [3]क़िस्मत से जबीं पर लिख दे,
अब मुक़द्दर तेरे हाथों से बनाना है मुझे

हर्फ़ और [8]लफ़्ज़ की खुशबू है तेरा [4]पैराहन,
तेरी खुशबू का तराना ही सुनाना है मुझे

कौन है जो तेरी राहों में, [5]सराफ़राज़ चले,
तेरी राहों में तो आँखों को बिछाना है मुझे

किस से [6]शिकवा करूँ, अब कौन है सुनने वाला,
आइना अपने ही हाथों को बनाना है मुझे

बात अपनों की है क्यों मुझ से उलझते हो ख़याल,
[7]राबिता दुश्मने जाँ से भी बढ़ाना है मुझे

१. संदेश, २. ऐतिहासिक सत्यवादी पुरूष जो सत्य के लिए सूली पर झूल गए थे, ३. मस्तक पर, ४. लिबास, पैराहन, ५. सर उठा के चले, ६. उलाहना, उपालंभ, ७. संबन्ध, सम्पर्क, ८. शब्द

ग़ज़ल

रौशनी की [1]ज़द में हैं [2]अहबाब सारे देखिए
दोस्तों में कौन हैं, दुश्मन हमारे देखिए

एक [3]लम्हा क्या मिला, उन से नज़र से दोस्तो
फ़ासले तय हो गए सदियों के सारे देखिए

[4]ज़र्रा ज़र्रा शहर का किरनों की सूरत हो गया,
आप के [5]नक़्शे क़दम कितने हैं प्यारे देखिए

इक तरफ़ हालात बदले, इक तरफ़ मौसम की मार,
हो गए वीरान कितने घर हमारे देखिए

शहर की ख़ुशबू को लेकर क्या परिंदे उड़ गए,
आसमानों पर भी हैं, ग़म के नज़ारे देखिए

फ़ायदा कितना हुआ, [6]सैरे चमन से दोस्तो,
काम की है बन गए [7]नग़मे हमारे देखिए

तब परिंदों को उड़ानें का हमें आया ख़याल
जब परिंदे उड़ गए गुलशन के सारे देखिए

१. निशाने पर, २. मित्र, ३. पल, ४. कण कण, ५. पद चिह्न ६. चमन की सैर, ७. गीत

ग़ज़ल

पत्तों की दास्तान समंदर सुना गया
[1]रूदाद [2]कर्बलाओं की, मंज़र सुना गया

सच बोलना तो जुर्म है शहरों में आजकल,
जो शहर में हुआ है वो खंजर सुना गया

वो देखो मेहरबान कहाँ छुप गए मेरे,
दुश्मन ही मेरी दास्ताँ खुल कर सुना गया

जिस का किया है [3]ज़िक्र यहाँ तुम ने [4]सरसरी,
उस का फ़साना गाँव का समंदर सुना गया

उस को पढ़ो और उस की निगाहों को चूम लो,
हम सब का हाले ज़ार, [5]सुख़नवर सुना गया

उस के ही दिल में होगा नया [6]फ़ितना और शर,
गुलशन का हाल जो यहाँ हंसकर सुना गया

जिस ने किया है फूलों का सौदा बहार में,
उस की कहानी वक़्त का पत्थर सुना गया

क्या क्या किया है [7]अहले चमन ने बहार में,
ये [8]सब्ज़ सब्ज़ शाख़ों का मंज़र सुना गया

खामोशियों का ज़हर भी पीना पड़ा हमें,
मेलों का हाल शहर का मंज़र सुना गया

हालाते शहर लिखना है लिख दो ख़याल आप,
फूलों की दास्ताँ यहाँ, पत्थर सुना गया

१. ब्योरा, २. दुखों, ३. वर्णन, ४. ऊपरी तौर पर, ५. लेखक, ६. कुवृत्ति, ७. चमन वाले, ८. हरी हरी

ग़ज़ल

मुझ पे हर रोज़ ये [1]अंदाज़े शफ़ीक़ाना क्यों
मैं [2]हक़ीक़त हूँ समझता है तू अफ़साना क्यों

रात ढलने लगी, आया नहीं दीवाना क्यों
[3]तिश्ना लब बैठा है, अब [4]साहिबे मैख़ाना क्यों

काम आया है चराग़ों की तरह जल जाना,
हमसे [5]मानूस हुआ जाता है परवाना क्यों

क्या कोई ज़ख़्म नया तुमने दिया है उसको,
इतना मशहूर हुआ शहर में, दीवाना क्यों

हम [6]फ़क़ीराना सदा देके चले जाएँगे,
हम फ़क़ीरों के लिए, आपका [7]काशाना क्यों

कोई [8]किरदार नहीं जिनका कोई महफ़िल में
ऐसे लोगों से रखेगा कोई [9]याराना क्यों

तेरी ख़ुशबू के महकने से चला आया है,
अपनी [10]रुसवाई का [11]मुजरिम तेरा दीवाना क्यों

तुम तो शाहों को भी [12]ख़ातिर में नहीं लाते ख़याल,
सामने मेरे ये अंदाज़े फ़क़ीराना क्यों

१. प्रेम का व्यवहार, २. वास्तविकता, ३. प्यासा, ४. मदिरालय का मालिक, ५. परिचित, ६. फ़क़ीरों की आवाज़ ७. घर भवन, ८. चरित्र, ८९. दोस्ती १०. बदनामी, ११. अपराधी, १२. महत्व न देना.

ग़ज़ल

कौन खामोश है और कौन समंदर भी है
मेरे हाथों में तेरे शहर का अख़बार भी है

[1]कारबलों को जो मंज़िल का [2]तलबगार भी है,
तेरी राहों में वो मिट जाने को तैयार भी है

जिस का [3]शादाब क़लम गुल भी है गुलज़ार भी है,
उस का फ़न देखो शोला भी है तलवार भी है

तू [4]क़द्दावर भी है, [5]सय्यास भी, [6]उय्यार भी है,
तेरी मुट्ठी में अब लिन्ह भी है और ज़र भी है

क्यों गुलाबों को किया क़त्ल, गुलिस्तानों में,
तुझको फूलों की [7]लताफ़त से क्या इंकार भी है

अब कोई [8]हादसा, गुलशन में नहीं हो सकता,
क्योंकि दीवाना यहाँ मरने को तैयार भी है

किस तरह [9]आइनाख़ाने को, यहाँ चमकाऊँ
वो जो क़ातिल है मेरा, शहर का सरदार भी है

वो [10]सितमगर तो बड़ा ख़ुश है मुझे दुख देकर,
उस को मालूम नहीं दिल मेरा गुलज़ार भी है

मुझ को लेकिन है बहुत उस के [11]तअल्लुक़ से ख़याल,
जो [12]मसीहा है मेरा, वो मेरा बीमार भी है

१. हरकारा २. चाहने वाला, ३. खिला हुआ, ४. ऊँचा, ५. हर चीज़ जानने वाला, ६. दयालु, ७. कोमलता, ८. दुर्घटना, ९. चमक, आइना, १०. अत्याचारी, ११. बारे में १२. वैद्य हकीम.

ग़ज़ल

हर अदा को तेरी, हम [1]राहते जाँ कहते हैं
तुझ को हम [2]चारागरे दर्दे जहाँ कहते हैं

एक दो जाम की [3]तौफ़ीक़ नहीं होती जिसे,
ऐसे हर शख़्स को, हम पीरे [4]मुग़ाँ कहते हैं

[5]आतिशे दिल की है ठंडक [6]ग़मे जानाँ का [7]तवाफ़
दिल को मिल जाती है [8]तस्कीन यहाँ कहते है

उस के आँगन में ही फूलों की हवा मिलती है,
जिस को हम [9]साहबे किरदार यहाँ कहते है

तुझ से क्या पूछते हो, दोस्तो [10]रूदादे चमन
हाल गुलशन का मेरे [11]अश्के रवाँ कहते है

जिस को मिट्टी भी [12]मयस्सर नहीं मैख़ाने की,
उस को फिर किस लिए [13]मैख़्वार यहाँ कहते हैं

कितना अच्छा है तेरे चाहने वालों का ख़याल,
काम की शै है जिसे [14]दर्दे निहाँ कहते है

१. प्राणों का सुख, २. दुनिया के दर्दों का इलाज करने वाला, ३. जो एक दो जाम भी नहीं दे सकता, ४. साक़ी, ५. दिल की आग, ६. प्राणों का ग़म, ७. परिक्रमा, फेरा, ८. संतुष्टि, ९. चरित्रवान, १०. चमन का ब्योरा, ११. बहते आँसू, १२. प्राप्त, १३. पीने वाला, १४. छिपा हुआ दर्द

ग़ज़ल

[1]गुले गुलज़ार को कैसे कहें वीराने हैं
हम [2]हक़ीक़त में, दीवाने नहीं, [3]फ़रज़ाने हैं

तू हर इक शै में [4]नेहाँ और [5]अयाँ रहता है,
लेकिन अब तक तेरी हम ज़ात से बेगाने हैं

हर नया फूल महकता है तेरी ख़ुशबू से,
पत्ते पत्ते पे तेरे नाम के अफ़साने हैं

वस्ल के वक़्त [6]सलीबों को सजाएँ देता,
यही अच्छा है कि हम शहर में अंजाने हैं

[7]गाहे गाहे जो किया करता है बातें मुझसे,
उस की हर बात में, सौ बात के अफ़साने हैं

कोई चिंगारी जला सकती नहीं दामन को,
मेरे आँसू मेरे दामन के भी दीवाने हैं

हर नया ग़म उन्हें पहचान लिया करता है,
कितने मशहूर तेरे शहर के दीवाने हैं

हम ख़याल आज़र जामी हैं रईस अख़्तर भी,
जितने [8]अहबाब हैं नय्यर, तेरे दीवाने हैं

श्री राशिद आज़र, श्री रहमान जामी, श्री रईस अख़्तर, श्री सलाउद्दीन नय्यर

१. बाग़ चमन, २. यथार्थ, ३. विवेकशील, ४. छिपा हुआ, ५. प्रकट, ६. सूली, ७. कभी कभी ८. मित्र

ग़ज़ल

ग़ज़ल [1]हयात है, [2]ख़ुश फ़हमियों का ख़्वाब नहीं
ग़ज़ल है [3]वस्ल, ग़ज़ल [4]तोहमते शबाब नहीं

सुकून चैन मसर्रत कहाँ से पाओगे,
तुम्हारे शहर में [5]फ़ैज़े इंक़िलाब नहीं.

यह सुबह भी है तेरी, शाम भी तो तेरी है,
तेरे बग़ैर कोई ख़्वाब मेरा ख़्वाब नहीं

तुम्हें है [6]वास्ता, कब आइनों की महफ़िल से,
तुम्हारे ज़हन में कब से चमकता ख़्वाब नहीं

ये फ़ासले हैं तो [7]चश्मे करम के [8]ज़ामिन हैं,
तुम्हारी [9]बेख़बरी, [10]बाइसे इताब नहीं

बड़ी कमी है यहाँ अब भी [11]अहले ज़रफ़ों की,
इसी लिए हैं तो ग़म सब को [12]दस्तियाब नहीं

समाज की सोच को पढ़ना ख़याल दिल की किताब,
ये हयात है, फ़सानों की ये किताब नहीं

१. जीवन, २. इतराना, ३. मिलाप, ४. यौवन का कलंक/जवानी का कलंक, ५. क्रान्ति का लाभ, ६. संबन्ध, ७. दया - दृष्टि, ८. ज़मानत देने वाले, ९. असावधानी, १०. उपेक्षा का कारण, ११. सज्जनों, १२. उपलब्ध, हासिल

ग़ज़ल

जाने क्यों वक़्त [1]सलीबों पे चढ़ाता है मुझे
ख़ाक की तरह हवाओं में उड़ाता है मुझे

जिस क़दर ग़ौर से उस शख़्स ने देखा है मुझे,
उतने ही गहरे समंदर में डुबोया है मुझे

रात भर जिस की [2]महफ़िलों को सजाया मैंने
वो चराग़ों की तरह, दिन में जलाता है मुझे

चाहता हूँ कि [3]निक़ाबे रुख़े [illegible] तो उठे,
सब के चेहरों की लकीरों को समझना है मुझे

[4]सुबहे दम जिस की [5]शुआओं में था [6]पैग़ामे हयात
दोपहर को उसी सूरज ने जलाया है मुझे

जिस की आवाज़ पे उठते हैं ज़माने के क़दम,
उस की आवाज़ में आवाज़ मिलाना है मुझे

१. सूली, २. सभा, ३. चेहरे का आवरण ४. सवेरे सवेरे ५. किरनें, ६. जीवन-संदेश

ग़ज़ल

तू अपने हुस्न का [1]इंसाफ़ करना चाहता है
[2]मसीहे वक़्त तो क़ातिल के घर में बैठा है

लहू रगों में रहे या ज़मीं के [3]दामन पर,
ये [4]फ़ैसला तो इसी वक़्त हम को करना है

कली कली की [5]गुलिस्ताँ में साँस रुकने लगी,
न जाने [6]क़ाफ़िलए गुल कहाँ पे ठहरा है

नज़र है सब की [7]तबस्सुम नवाज़ चेहरों पर
गुज़र रही है जो हम पर ये किस ने देखा है

ज़माना ढूँढ रहा है, गली गली जिस को,
नज़र बचा के मेरे साथ साथ रहता है

हज़ारों फूल खिलाए थे, जिस ने गुलशन में,
वो इक कली के [8]तबस्सुम को अब तरसता है

ख़याल बैठे हैं हम सर झुकाए ज़ानों पर
ज़माना वो है कि ख़ुद अपना बोझ ढोता है

१. न्याय, २. दर्द का वैद्य, ३. आँचल, ४. निर्णय, ५. बाग़, ६. फूलों का कारवाँ, ७. मुस्कुराहट बिखेरने वाले चेहरा, ८. मुस्कान.

ग़ज़ल

ज़माना दौड़ रहा है किरन किरन के लिए
[1]हयात चीख रही है एक [2]अंजुमन के लिए

बहार देखो परेशान है, चमन के लिए
हो जैसे कोई [3]ग़रीबुल वतन, वतन के लिए

[4]शऊरे अहले ख़िरद के [5]हुदूद [6]दैरो हरम,
[7]सलीबो दारो सलासिल मगर, दिवानेपन के लिए

चले थे [8]सुबहे बनारस, रुके थे [9]शामे अवध
मगर इस के बाद को हर इक [10]अदा [11]दकन के लिए

क़दम क़दम पे है सूरज के आईने लेकिन,
तरस रहा है ज़माना किरन किरन के लिए

मैं दिल को [12]आईनाख़ाना बनाए बैठा हूँ,
तेरी हर एक अदा, तेरे बाँकपन के लिए

गुलाब आग था रहा कल तलक यहाँ जो ख़दल,
मिले हैं [13]ख़ार उसे, अपने [14]पैरहन के लिए

१. जीवन, २. सभा, ३. स्वदेश से बिछड़ा हुआ, ४. बुद्धिजीवी लोग, ५. सीमाएँ, ६. मंदिर मस्जिद, ७. सूली, ८. बनारस की सुबह, ९. अवध की शाम, १०. अंदाज़, शैली, ११. हैदराबाद दकन, १२. शृंगार-भवन, १३. शूल, काँटे, १४. लिबास, परिधान

३

ग़ज़ल

[१]नश्शए ग़म ही फ़क़ीरों का है [२]उन्वाने हयात
कितनी मुश्किल से हुआ है हमें [३]इरफ़ाने हयात

तुझ से मेल करते, बिछड़ ही नहीं है हम को,
तेरी [५]ज़ुल्फ़ों की घनी शाम है [४]दामाने हयात

मैकदे में तेरी आँखों के सिवा कुछ भी नहीं,
[६]हश्र उठता है तेरे नाम से ऐ [७]जाने हयात

शाम होते ही [८]नशेमन की तरफ़ उड़ जाना,
हर परिंदे का यही होता है [९]अरमाने हयात

भीगी पलकों के सिवा, तूने दिया ही क्या है,
दोस्तो देख तो लो, ये भी है [१०]सामाने हयात

मेरी आँखों में तो इक फूल सा चहरा है ख़याल,
जिस की ख़ुशबू से महकता है, गुलिस्ताने हयात

१. दुखों का नशा, २. जीवन का शीर्षक, ३. ज्ञान, ४. जीवन का आँचल, ५. अलकें, केशों, ६. क़यामत, प्रलय, ७. जीवन की आत्मा, ८. घोंसले, ९. जीवन की कामना, १०. जीवन-सामग्री, ११. जीवन का बाग़

ग़ज़ल

इश्क़ भ ¹नहँ अपन, दर्द भ नहँ अपन
हुस्न की निगहों में, क़ैद है जहँ अपन

अज क नय इंसँ, अपने रह से हट कर,
खो दिय ²रक़ँ अपन, खो दिय ³गुनँ अपन

हथ तक दुअओं के, अज उठ नहीं सकते,
खो दिय है इंसँ ने, ⁴लहज़ए फ़ुग़ँ अपन

कितने अँधियँ अई, कितने मरहले अए,
देखिए ⁵सलमत है, अब भ अशियँ अपन

फ़सले हीं बेहतर हैं, ⁶क़ुरबतों के महफ़िल से,
देखन है कब होग, दुश्मन अस्मँ अपन

रस्ते बदलते हैं, मैसमों के डर से लोग,
हम न रस्त बदले और न करवँ अपन

कहदो तुम हवओं के, ⁷तेज़ो तुंद झोंकों से,
फिर सजने वले हैं, लोग अशियँ अपन

हर ⁸नफ़स नई खुशबू, हर तरफ़ उजल है,
कौन है अंधेरों में, देखो मेहरबँ अपन

दोस्तों की तस्वीरें, जब हटीं नज़रों से,
तब हुअ ख़्यल अखिर वक़्त मेहरबँ अपन

१. छेप हुअ, २. वेशवस, ३. अदेशवस, ४. अहों क ढंग, ५. सुरक्षित, ६. समीप्य, ७. तीव्र, ८. पल, ९. कठिनइयँ

ग़ज़ल

[1]रफ़ीक़ जान के जिस पर भी एतेबार किया
उसी ने मेरी शराफ़त पे पहला वार किया

नई बहार ने पहला क़दम जमाते ही,
चमन में [2]पैरहने गुल को तार तार किया

तमाम उम्र बढ़ाया न मैंने [3]दस्ते तलब,
तेरी [4]निगाहे करम ही पे [5]इंहेसार किया

कहाँ कहाँ नहीं ढूँढा मेरी नज़र ने तुझे,
कहाँ कहाँ न तेरा मैंने इंतेज़ार किया

ज़माने भर की ख़ुशी, तुझ को ढूँढती ही रही,
कुछ इस तरह से मुझे तूने [6]बेक़रार किया

ख़याल तुम भी बहारों के साथ थे कल तक,
बताओ किस ने [7]गुलसिताँ को [8]दाग़दार किया

१. मित्र, २. फूलों का लिबास, ३. माँगने के लिए हाथ, ४. दया-दृष्टि, ५. आधारित, ६. व्याकुल, [७.] बाग़,
८. कलंकित

ग़ज़ल

[1]सुलूके दुश्मनाँ तुम से हज़ार बेहतर है
[2]फ़रेबे दोस्ताँ हर लम्हा एक नश्तर है

ये सोच में हूँ कि किस नाम से पुकारूँ तुझे,
नज़र में फूल है, हाथों में तेरे खंजर है

बहुत से लोग मिले, [3]जहाने कश्मकश के शिकार,
जो क़द को नाप रहा है, वो सब से कमतर है

परिंदे भूल गए अपनी ईमान की [4]परवाज़,
तुम्हारी [5]जलवागरी का अजीब मंज़र है

हैं जिस के चेहरे पे अम्नो अमाँ की [6]तहरीरें,
उसी का [7]दस्ते हुनर, क़ातिलों के सर पर है

है आज भी वही नक़्शा तुम्हारे आँगन का,
[8]सबा से कहने लगी है बहार घर घर है

नहीं है मुझ को कोई और आइने की तलाश,
हर आइने में तेरा [9]अक्स ही [10]मुनव्वर है

[11]ग़रीबे शहर को जब से मिली पनाहे ख़याल,
[12]फ़ज़ाए शहरे निगाराँ का हाल बेहतर है

१. दुश्मनों का व्यवहार, २. दोस्तों का धोखा, ३. मानसिक संघर्ष, ४. उड़ान, ५. दर्शन, ६. लिखावट, ७. कलात्मक हाथ, ८. हल्की वायु, ९. प्रतिबिम्ब, १०. आलोकित, ११. ग़रीब यात्री, १२. सुंदर नगर का वातावरण

ग़ज़ल

हम तेरे [1]नक़्शे कफ़ेपा के निशाँ तक पहुँचे
चलो अच्छा हुआ [2]तहज़ीबे जहाँ तक पहुँचे

हर तरफ़ आग का तूफ़ाँ है जहाँ तक पहुँचे,
देखिए शहर के हालात कहाँ तक पहुँचे

[3]सुर्ख़रू कौन है इस दौर में क़ातिल के सिवा,
ख़ून ही ख़ून है हर [4]सिम्त जहाँ तक पहुँचे

क्या [5]निज़ामे चमन [6]शहरे वफ़ा है यारो
फूल से चेहरे भी अब [7]जौरे ख़िज़ाँ तक पहुँचे

[8]चारागर भी वही क़ातिल वही [9]हाकिम भी वही,
कैसे फ़रियाद मेरी [10]नोके ज़बाँ तक पहुँचे

सारी तलवार ज़नी [11]शोला बकफ़ गर्म हवा,
मुस्कुराने के लिए हम भी कहाँ तक पहुँचे

रोज़ आते हैं [12]हवादिस मेरे पीछे यारो
जैसे [13]आसेब कोई ख़ाली मकाँ तक पहुँचे

एक इंसान को इंसाँ ही सताइ सकता है
बात फूलों की है क्यों [14]तेग़ो सिनाँ तक पहुँचे

सब के हाथों में नया जाम नज़र आते हैं
हम 'ख़ुरदल', आप के [15]हमराह कहाँ तक पहुँचे

१. पद चिह्न, २. संसार की सभ्यता, ३. सफल, ४. ओर, ५. चमन की व्यवस्था, ६. दोस्ती का नगर, ७. पतझड़ का अत्याचार, ८. हकीम, ९. शासक, १० । तक ११. आग से घिरी हुई, १२. दुर्घटनाएँ, १३. भूत, १४. हथियार, १५. साथी

मनक़बत

गुज़रती है मेरी [1]उम्र रवाँ ख़्वाब परस्ती में
[2]महल ही मिल गए दोनों जहाँ ख़्वाब परस्ती में

बहुत ही काम की [3]शै है, मुहब्बत मेरे ख़्वाब को,
लुटा दे, दोस्तो हर शै यहाँ ख़्वाब परस्ती में

मिज़ाज ने दिल दिल दरो गुलशन मिटा नहीं सकता
रहेगा [4]हद तक अपना निशाँ ख़्वाब परस्ती में

हज़ारों [5]मराहले आए चमन में दोस्तो लेकिन
रहा अपना सलामत [6]आशियाँ ख़्वाब परस्ती में

ख़ुशी शरमा गई [7]दर्दे निहाँ के आबशारों से
हमें क्या है मिला देखो मियाँ ख़्वाब परस्ती में

यहाँ हर आइने में [8]अक्स ख़्वाब जानता है,
'ग़ज़ल' अब मिल गया सारा जहाँ ख़्वाब परस्ती में

१. उम्र, २. मकान, ३. वस्तु, ४. क़दमत, ५. कठिनाईयाँ, ६. घोंसला, ७. गुप्त पीड़ा, ८. ख़्वाब का प्रतिबिम्ब

नाते शरीफ़

[1]सूए बतहा मुझे आने दो चले आने दो
मेरे आक़ा मेरी हालत बदल जाने दो

बाद में मुझ को किसी और से [2]मंसूब करो,
पहले दीवाना मुहम्मद का तो कहलाने दो

रौशनी आँखों को, घर घर में कहाँ ताक़त ना,
गुंबदे शाहे मदीना तो नज़र आने दो

एक ही पल में, मदीना भी पहुँच जाऊँगा,
मेरे आक़ा को ज़रा याद तो फ़रमाने दो

मैं तो [3]बीमारे मुहब्बत हूँ सँभल जाऊँगा,
मुझ को सरकार के दामन की हवा खाने दो

है ख़याले शहे कौनैन मेरे दिल में ख़याल
याद सरकार मेरी नस नस में समा जाने दो

१. मदीना बतहा की ओर, २. संबद्ध, ३. प्रेम का रोगी, ४. हज़रत मुहम्मद

नाते - शरीफ़

मैं कब से देख रहा हूँ नबी तुम्हारी तरफ़,
कि तुम को देखना, है देखना खुदा की तरफ़
मैं कैसे आऊँ मदीने की राजधानी में,
ऐ [1]बादशाहे हरम इक निगाह मेरी तरफ़।

तुम्हारी याद को सीने से जब लगाता हूँ,
मैं ज़िंदगी के हर इक ग़म को भूल जाता हूँ।
तुम्हारी याद में क्या बात है खुदा जाने,
मैं एक पल में मदीना भी जा के आता हूँ।

तुम्हारी याद ही हर दर्द का [2]मुदावा है,
तुम्हारी याद ही तंहाई का सहारा है
तुम्हारी याद ही [3]महशर में काम आएगी,
तुम्हारी याद ही [4]उक़बा है मेरी दुनिया है

तुम्हारी याद ज़मानत है ज़िंदगानी की,
तुम्हारी याद [5]सदाक़त है ज़िंदगानी की
तुम्हारी याद मुहब्बत भी है [6]इबादत भी,
तुम्हारी याद [7]बशारत है ज़िंदगानी की

ख़याल जब से मदीने का आ गया है मुझे,
हर एक [8]लम्हा सदी बन के डस रहा है मुझे
नबी जी आज अभी इक [9]निगाहे लुत्फ़ो करम,
तुम्हारी याद ने बेचैन कर दिया है मुझे।

१. हज़रत मुहम्मद, २. इलाज, ३. क़यामत, ४. अंतिम ठौर, ५. सच्चाई, ६. पूजा, ७. भविष्य-कथन, ८. क्षण, पल, ९. स्नेह की दृष्टि

८

नाते-शरीफ़

दोनों [1]आलम पे [2]फ़त्ह पाई है।
[3]शाहे दीं की अजब [4]ख़ुदाई है॥

[5]ज़िक्रे सल्लेअला है सल्ले अला,
आज [6]जल्वों की रात आई है॥

अपनी कमली में दे [7]पनाह मुझे,
कमली वाले तेरी दुहाई है॥

जिस पे उट्ठी वो इक [8]निगाहे करम,
उस की तक़दीर जगमगाई है॥

तेरे क़ब्ज़े में हैं ये दोनों जहाँ,
[9]लामकाँ तक तेरी [10]रसाई है॥

[11]हक़ तो ये है के तू है [12]सूरते-हक़,
तेरी [13]फ़ितरत ही [14]हक़ नुमाई है॥

इक [15]निगाहे करम मेरे आक़ा,
नाव [16]उम्मत की डगमगाई है॥

[17]क़ुर्बे शाहे उमम है जिस को नसीब
उस को [18]ग़ुरबत ही रास आई है॥

जब भी आया है मुश्किलों का ख़याल
तेरी [19]निस्बत ही काम आई है॥

१. संसार, २. विजय, ३. धर्म का ज्ञाता, ४, मोक्ष - वृत्ति, ५. मुहम्मद का प्रसंग, ६. सौंदर्य, ७. शरण, ८. कृपा दृष्टि, ९. शून्य, १०. पहुँच, ११. सच, १२. ईश्वरीय प्रतिबिम्ब, १३. प्रकृति, १४. सत्य-प्रदर्शन, १५. कृपा-दृष्टि, १६. अनुयायियों, १७. मुहम्मद का सामीप्य, १८. दरिद्रता १९. संबन्ध

संकलन लम्हात में दृष्टि कथनी और करनी के अन्तर को उद्घाटित करते हुए कवि ने कहा है कि .....

रास्ते बदलते हैं, नैनों के डर से लोग
हमने रास्ता बदले और न कारवाँ अपना.

आज की शहरी जिन्दगी पर व्यंग्य करते हुए कवि कहता है......

सच बोलना तो जुर्म है शहरों में आजकल,
जो शहर में हुआ है वो खंजर सुनाएगा

आगे उसका कहना है कि ....

नफ़रतों का है जो मौसम वो बदल जाएगा
वक़्त अब आ गया कातिल तेरी पहचान का

अपनी लोकप्रियता की चर्चा करते हुये

लेखक ने कहा है ....

"दोस्तों की तुझ पे क्या है मेहरबानी देखिये
दुश्मनों के लब पे है मेरी कहानी देखिये "

१. अरबी, फारसी आदि भाषाओं के शब्दों के अर्थ देकर कवि ने अपनी.

२. कविता को बोधगम्य बनाने का प्रयास किया है

३. मैं आशा और विश्वास करता हूँ कि ख्याल का यह प्रयास अनेक उर्दू कवियों के लिए प्रेरणादायक सिद्ध होगा वे लिप्यंतरण का सहारा लेकर अपनी उर्दू रचनाओं को यदि देवनागरी लिपि में प्रस्तुत करेंगे तो धीरे धीरे हिन्दी और उर्दू का अन्तर मिट जायगा।

ऐसे प्रयासों से ही राष्ट्रीय एकता को बल मिलेगा

मेरी हार्दिक इच्छा है कि कवि उत्तरोत्तर प्रगति के पथ पर बढ़ते जाएं उनकी दृष्टि सूक्ष्म से सूक्ष्मतर हो उनकी अभिव्यक्ति और भी सशक्त हो प्रस्तुत काव्य को हिन्दी और उर्दू जगत में प्यार व सम्मान मिले

शुभकामनाओं सहित

Dr. Mohan Singh
Professer, Hindi Department
Osmaniya University
Hyderabad-7

डॉक्टर. मोहन सिंह.
प्रोफेसर, हिन्दी विभाग
उस्मानिया विश्वविद्यालय
हैदराबाद-७

"एक लम्हा क्या मिली उनसे नज़र आज दोस्तो
फ़ासले तय हो गये सदियों के सारे देखिए"

आगे प्रेम के महत्व को उद्घाटित करते हुए कवि कहता है ....

"मुहब्बत गर नहीं तो दुनिया में कुछ भी नहीं यारो
मुहब्बत जिन्दगी है, जिन्दगी के काम आओ तुम"

"मोहब्बत के फ़साने लम्हा लम्हा लिखते जाओ तुम
हज़ारों गम सही लेकिन यहां पर मुस्कुराओ तुम"

बादशाहे हरम अर्थात हज़रत मुहम्मद को सम्बोधित करते हुए नाते शरीफ नामक कविता में 'नबी' को संबोधित करते हुए ख्याल कहते हैं...

"तुम्हारी याद को सीने से जब लगाता हूँ,
मैं जिन्दगी के हर इम्तहान को भूल जाता हूँ"

आगे उनका कहना है कि :-

"तुम्हारी याद ज़मानत है ज़िन्दगानी की,
तुम्हारी याद सदाकत है ज़िन्दगानी की

तुम्हारी याद मुहब्बत भी है इबादत भी,
तुम्हारी याद बशारत है ज़िन्दगानी की

कई व्यक्ति अपने आपको महान समझते हैं किन्तु जो महान है, सोचना है उसके इरादे क्या हैं ? क्या हम इससे परिचित हैं, शायद नहीं इसी सन्दर्भ का संकेत करते हुए कवि कहता है

"उसको मालूम तो है शब के इरादे क्या हैं
जिसके हाथों में नई सुब्ह का सामाँ है बहुत."

उस परवरदिगार को सम्बोधित कर कवि कहता है कि......

तू मौसमों की तरह हर नज़र में रहता है
तेरा वजूद लिखते सहर में रहता है

दो शब्द

मैंने फैजुल हसन खयाल कृत वन्दे हिन्दोस्तान काव्य संग्रह को देखा है उर्दू में लिखा गया यह काव्य लिप्यंतरण द्वारा अब हिन्दी के पाठकों के समक्ष आ रहा है, ताकि भारत के अधिकांश पाठकों तक लेखक के विचारों को पहुँचाया जा सके मेरे विचारानुसार हिन्दी और उर्दू सगी बहनें है जो तरह हिन्दी और उर्दू का एक साथ प्रयोग हिन्दी सिनेमा गीतों को आकर्षक एवं प्रभावशाली बनाता है ठीक वैसे ही देवनागरी लिपि में लिखा जाता तो उर्दू साहित्य भी हिन्दी के एक विशिष्ट रूप को हमारे समक्ष प्रस्तुत करता उर्दू साहित्य के महत्व को, उसकी जीवंतता को सम्पूर्ण भारतवासी तभी समझ सकते हैं जब वह देवनागरी लिपि में लिखा जाता है

प्रस्तुत काव्य संग्रह में ४८ कविताएँ संकलित हैं इन कविताओं के केन्द्र में कवि की विचारधारा है कुछ कविताओं में आध्यात्मिकतावादी विचारधारा साकार है तो कुछ में लौकिकतावादी विचारधारा कवि कहता है कि......

"कितनी आंधियाँ आई कितने महले आए
देखिए सलामत है अब भी आशियाँ अपना
हर तरफ नई खुशबू हर तरफ उजाला है
कौन है अंधेरे में देखो मेहरबाँ अपना."

आगे कवि कहता है :-

यह कौन रहबरे मंजिल के भेस में आया
कदम कदम पे नये हादसात होते है.
चले तो रास्ता ठहरे तो मंजिले मकसूद
तेरे दीवाने नये दे मिजाज होते हैं.

प्रेम चाहे आध्यात्मिक हो या लौकिक, प्रेम के दर्शन मात्र से मन की दूरियाँ मिट जाती हैं.......

इस के बाद जामेआ उर्दू अलीगढ़ से इम्तेहाने अदीब फ़ाज़िल और उस्मा-नेया यूनिवर्सिटी से बी.ओ.एल. और बी.ए. भी पास किया

मैं अभी विद्यालय का छात्र ही था कि मुझे कविता में रुचि होने लगी। प्रारम्भ में विभिन्न विषयों पर नज़्में लिखता रहा फिर ग़ज़लें लिखने लगा। जब मुझ में कविता की रचना का एहसास और विश्वास पैदा हुआ तो मैं ने नियमित रूप से काव्य-क्षेत्र में पदार्पण कर दिया। मैं लगभग कविता की हर विधि में लिख चुका हूँ लेकिन ग़ज़ल और नज़्म से बराबर का रिश्ता है।

प्रारम्भ में मैं ने अपना काव्य हज़रत क़द्र उरेजी साहब को बताया तत्पश्चात मैं ने औज याक़ूबी साहब से छन्द की दीक्षा ली। इस प्रकार कविता का यह सिलसिला चलता रहा और यह यात्रा अब भी जारी है।

मित्रों की दुआएँ साथ रहीं तो भविष्य भी कविता के सुरक्षित पुष्पों से महकता रहेगा।

"हर्फ़ और लफ़्ज़ की ख़ुशबू है तेरा पैरहन
तेरी ख़ुशबू का तराना ही सुनाना है मुझे"

मंज़ूर हसन अटल

मैं आभारी हूँ

मेरे ग़ज़ल संकलन ''क़ंदे हेन्द'' पर जेन बुद्धेजीवेयों और आलोचकों ने अपने सारगर्भेत लेखों से मुझे गौरव प्रदान केया है उन में

☞ ड. राज बहादुर गौड़

☞ ड. मुग़नी तबस्सुम (भूत पूर्व अध्यक्ष उर्दू उसमानेया वेश्ववेद्यालय)

☞ प्रो. यूसुफ़ सरमस्त उर्दू वेभाग उसमानेया वेश्ववेद्यालय

☞ ड. रहमत यूसुफ़ ज़ई रीडर उर्दू वेभाग हैदराबाद वेश्ववेद्यालय

☞ ड. मुहम्मद अनवरोद्दीन अध्यक्ष उर्दू वेभाग हैदराबाद वेश्ववेद्यालय

☞ कुमारी तबस्सुम आरा बेगम एम.ए. उसमानेया
और अंग्रेज़ी लेख के लेए -

☞ श्री प्रो. पी. वी. शर्मा

☞ ड. सादेक़ नक़वी रीडर इतेहास वेभाग उसमानेया वेश्ववेद्याल
(दकन के एक वरेष्ठ कवे और इतेहासकार हैं)
हेन्दी और तेलुगू लेखों के लेए

☞ श्री प्रो. मोहन सिंह अध्यक्ष हेन्दी वेभाग उसमानेया वेश्ववेद्यालय

☞ प्रो. गोपी अध्यक्ष तेलुगू वेभाग उसमानेया वेश्ववेद्यालय

☞ श्री अज़ीज़ भारती का जेन्हों ने मेरे काव्य को देवनागरी लेपि में परेणत केया

सम्मेलेत हैं मैं इन उपरोक्त महानुभावों के साथ साथ श्री नजम अल ग़ाज़ी (स्वतंत्र पत्रकार) का भी आभारी हूँ के उन्हो ने मेरे अनुरोध पर प्रस्तावना लेखने का कष्ट उठाया यहाँ यह बात भी कहना उचेत होगा के आज से ग्यारह वर्ष पूर्व श्री नजम अल ग़ाज़ी की प्रेरणा से इस बहुभाषी काव्य संकलन के प्रकाशन का भाव मेरे मन में पैदा हुआ था

और आज अलहम्दुलेल्लाह के ग्यारह वर्षों की मेहनत और लगन के बाद यह कार्य सफलता पूर्वक सम्पन्न हुआ है मैं पूरी ईमानदारी और वेनम्रता से यह कहने में समर्थ हुआ हूँ के अल्लाह अल्लाह मैं ने यह महत्व पूर्ण कार्य सम्पन्न कर देखाया है

फ़ैज़ुल हसन ख़याल

वंदे हिन्द मेरी नई पुस्तक है इस में वे समस्त बिम्ब-प्रतिबिम्ब सम्मि-लित है जो मेरे जीवन में किसी न किसी रूप से स्थान पाए हैं मैं अपने काव्य के विषय में कभी किसी भ्रम का शिकार नहीं हुआ लेकिन इतना जरूर कहूँगा कि जो कविता तड़पते दिल सुलगती वेदनाओं और जलते हुए भावों का प्रतिनिधित्व करती है वह किसी भी दशा में अपना प्रभाव अंकित करती हैं मेरे विचार में प्रभाव का एहसास भी एक कलाकार के लिए बहुत बड़ा पुरस्कार है जो लोग मुझे सुनते हैं और पढ़ते है वे मेरे बारे कोई न कोई राय अवश्य रखते होंगे

वंदे हिन्द मेरा चौथा काव्य-संकलन है मेरा वतन कमानों का नगर हैदराबाद है

''ज़माना कहता है फ़िजूल हसन ख़याल जैसे
वो आजनबी की तरह अपने घर में रहता हैं''

मेरे पिता जी मौलवी मुहम्मद हुसैन निजाम हैदराबाद की सेना में एक अफसर थे और प्रथम विश्व युद्ध के एक वीर धीर सैनिक थे इस प्रसंग में ज़िले वरंगल (पाखाल) में साठ एकड़ जमीन और एक पदक भी पुरस्कार स्वरूप प्रदान किए गए था हजरत सैयदी व मुर्शिदी ताहिर पाशा काबिल के विशेष अनुयायियों में से एक थे मेरे दादा हजरत शाह मुहम्मद मुराद साहब जो हजरत शेख मोहिउद्दीन काबिल रहमतुअल्लाह सज्जादा नशीन (आस्ताना हजरत कादर पाशा साहब काबिल रहमत अल्लाह मुस्तइद पूरा) के छोटे भाई थे अस्तु हमारे घराने में धार्मिक रंग सूफियाना स्वभाव विशाल-दृष्टि एक सामान्य बात थी और इसी धार्मिक माहौल और इस्लामी वातावरण में मेरा पालन पोषण हुआ

मेरी प्रारंभिक शिक्षा किले गोलकुंडा के मिडिल स्कूल में हुई तदु-परान्त मैंने मुस्लिम युनिवरसिटी अलीगढ़ से मैट्रिक की परीक्षा उत्तीर्ण की

में प्राण भर दें वैसे हर कलाकार का सच्चा परिचय उस की अपनी कला होती है फिर भी इन कारणों पर प्रकाश डालना मैं नितान्त आवश्यक समझता हूँ जिन को सत्य का रहस्य एक व्यक्ति को कलाकार बना देता है अभिव्यक्ति वही सफल होती है जो हर प्रकार के दिखावे और आडम्बर से मुक्त हो

यूनानी भाषा में कवि का अर्थ निर्माण करने वाला है, अर्थात् कवि निर्माणकर्ता होता है डा. जानसन से जब काव्य की परिभाषा बताने को कहा गया तो उस ने कहा महोदय . यह कहना सरल है कि क्या चीज़ काव्य नहीं है

अंग्रेजी के प्रसिद्ध कवि एवं आलोचक मैथ्यू आर्नल्ड ने काव्य को जीवन की आलोचना कहा है

काव्य सच पूछिए तो ध्वनियों या शब्दों के सामंजस्य का संकलन है और सामंजस्य कविता के शब्दों और विचारों से पैदा होता है अर्थ उसे भावांश का साधन प्रदान करते है यह कारण है कि कवि की प्रमुखता इस बात पर आधारित है कि वह अपने भावों को कितने सशक्त एवं सुन्दर ढंग से अभिव्यक्त करता है उस में कितना जीवन-रस है यहाँ उस का सम्पूर्ण व्यक्तित्व काम आता है

उस की नैतिक शक्ति, उस की कल्पना, उस के भाव उस की चिन्तन-ऊर्जा उस की सौंदर्यप्रियता, और जीवन के प्रति उस का दृष्टिकोण इन्हीं विशेष तत्वों से उसकी कला में निखार आता है

कवि की इस कलात्मक प्रतिभा से लोग अपने जीवन में प्रफुल्लता एवं सुख का अनुभव करते हैं कवि का यही प्रयास होता है कि प्रकृति से प्रभावित उस के हार्दिक भाव उचित शब्दों का परिधान धारण कर के प्रकट हो जाएँ क्योंकि कला भाव और शब्दों का मनोरम संगम है

अपनी बात

कवि आदिकाल से ही प्रकृति का प्रतिनिधि रहा है। काव्य व साहित्य की दुनिया प्रायः कलमकार की आंतरिक एवं बाह्य विचारों एवं भावनाओं के अमूल्य आकारों से हर युग में सजती संवरती रही है। अभिव्यक्ति जो अपने आप में एक कला है, कभी कभी दुखों का भी शिकार हो जाया करती हैं। आज का काव्य एवं साहित्य इस से अछूता नहीं है। यह एक नियम है कि काव्य व साहित्य का निर्माण अनुभव से अधिक वातावरण पर निर्भर करता है। अतः किसी कवि को समझने और परखने के लिए उस के काव्य की मीमांसा से अधिक महत्वपूर्ण उस के व्यक्तित्व को जानना होता है। यह एक यथार्थ बात है कि कवि का आंतरिक एवं बाह्य स्तर उस के विशिष्ट स्वाभिमान विभिन्न नकारात्मक सकारात्मक से खाली नहीं होती। उस की कला उस के व्यक्तित्व के प्रतिबिम्ब से सुसज्जित होती है।

मैं एक कवि के रूप में अपनी भावनाओं, आलोकन एवं अनुभवों के मूर्तियाँ तराशते चला आ रहा हूँ। यह अवधि तीन दशकों पर अवलम्बित है। इन तीन दशकों में नित्यप्रति की अच्छाइयाँ बुराइयाँ सफलताएँ - विफलताएँ निर अपना एकांत, चमकते सवेरे डूबती सन्ध्याएँ और जलते बुझते भाव सभी कुछ सम्मिलित हैं, जो न केवल मेरे जीवन का अभिन्न अंग हैं अपितु मेरे काव्य के अनिवार्य तत्व भी हैं। मेरे जीवन के विभिन्न अंग तभी स्पष्ट रूप से नजर आएँगे जब मैं विस्तार से उन का बखान करूं। वैसे मैं एक कवि के रूप में सदा ही लुकता छिपता रहा हूँ। मैं प्रायः

कहती है तुझे ख़ल्के ख़ुद ! यवन काव्य का समर्थक रहा हूँ

अपने बारे में कुछ लिखना एक साहित्यकार और कवि के लिए उतना ही कठिन और दुष्कर है जितना एक मूर्तिकार के लिए निष्प्राण पत्थरों

अत: जातीय तथा भाषा संबन्धी रिश्तों को प्रेम और आत्मीयता से जोड़ने और राष्ट्रीयता के सम्पूर्ण भाव के साथ सही दिशा में ऊर्जा प्रदान करने का एक जतन और प्रभावशाली साधन यह भी हो सकता है कि भारत की विभिन्न भाषाओं के साहित्य को एक दूसरे में परिवर्तित किया जाए और यही प्रक्रिया निस्संदेह हमारी राष्ट्रीय एकता को मज़बूत और दृढ़ भी करेगी। एक दूसरे की हार्दिक भावनाओं के आदर सम्मान के साथ साथ उर्दू भाषा उस के विशिष्ट स्वभाव और बोलने वालों से अन्य भाषा भाषियों को निकट लाने में सहायक सिद्ध होगी।

अत एव इस उदार दृष्टिकोण को लक्ष्य मान कर श्री फ़ैज़ुल हसन ख़याल ने अपने नवीन काव्य ग्रंथ क़न्दे हिन्द में उर्दू रचनाओं के साथ साथ इस के तेलुगू और अंग्रेज़ी अनुवाद भी प्रकाशित किए हैं। ख़याल के इस शेर

मुझ से क्या पूछते हो दोस्तो रूदादे चमन
हाले गुलशन का मेरे अश्के रवाँ कहते हैं

के अनुसार आज भारतीय उद्यान जिस प्रकार की भाषा विषयक अनुदारता से ग्रस्त है और जिस के परिणाम स्वरूप आज हमारी परम्परागत राष्ट्रीय एकता को पुन: व्यवस्थित करना नितान्त अनिवार्य है। यह हम सब के लिए प्रश्न-चिह्न है।

ख़याल का यह प्रयास वास्तव में सराहनीय है सच तो यह है कि भारत के आकाश पर मंडराते हुए भाषा संबन्धी दैत्य के आगे एक ललकार है।

साहस की बात यह होगी कि ख़याल के प्रयास को सराहा जाए तभी भारत में भाषा संबन्धी सामन्जस्य और परस्पर भ्रातृभाव जागेगा।

शायद यह पहला अवसर है कि क़न्दे हिन्द एक साथ चार भाषाओं में प्रकाशित हुआ है। आशा है कि हमारे शायर और काव्य साहित्यकार आलोचक तथा बुद्धि जीवी फ़ैज़ुल हसन ख़याल के इस प्रयास को सराहेंगे और पसंद करेंगे।

दिनाँक 7 अप्रैल 1995 — नजम अली ए.

हैदराबाद.

प्रस्तावना

साहित्यिक दुनिया के इतिहास में यों तो ऐसे अनेक उदाहरण मिलते हैं कि युगीन क्रांति के साथ साथ विभिन्न साहित्यिक आदर्श रचनाएँ धीरे धीरे लुप्त होती गईं

विभिन्न सभ्यताएँ भाषाओं के उत्थान पतन के साथ उभरीं और मिट गईं लेकिन उनके चिह्न आज भी शेष हैं यह भी एक यथार्थ है कि विभिन्न भाषाओं के परस्पर मेल जोल और एक भाषा के साहित्य को अन्य भाषाओं में अनुवाद की प्रक्रिया जब निष्क्रिय हो जाती है तो फिर यही भाषाएँ धीरे धीरे अपनी सार्वजनिक लोकप्रियता खोती चली जाती हैं

जहाँ तक उर्दू भाषा और उर्दू साहित्य की बात है तो इसकी उदारता और इसके लचीलेपन ही ने इसके व्यक्तित्व को निर्धारित किया है और कदाचित यही कारण है कि इसकी लोकप्रियता अनन्त और असीम है

जब हम उर्दू गद्य-पद्य और आलोचना एवं समीक्षा की विशाल शैली यात्रा पर दृष्टिपात करते हैं तो यह बात आज भी निस्संकोच रूप से बिना किसी भय के कही जा सकती है कि उर्दू भाषा लोकप्रियता की ऊँचाइयों तक जा पहुँची है जो उसका अधिकार था और अधिकार तो यह भी है कि उर्दू साहित्य उर्दू शायरी और संगीत रेखता की विविधता के मोतियों से न केवल भरे हुए हैं अपितु भारत के भाषागत विभाजन के पश्चात् भी विभिन्न भाषाओं के उत्थान में उर्दू भाषा का अविस्मरणीय सहयोग रहा है वर्तमान भारत की विभिन्न भाषाओं की भीड़ में भी उर्दू एक महत्वपूर्ण साधन का स्थान रखती है

हिन्दी और उर्दू में लिपि को छोड़ कर पर्याप्त सामंजस्य पाया जाता है यहाँ तक कि दोनों भाषाओं का व्याकरण भी एक ही है एक ही राष्ट्र में बोली जाने वाली दो भाषाओं का साम्यता विशेषकर संबन्ध, मिज़ाज के उतार चढ़ाव और रुचि में इतना साम्य है कि उसे नकारा नहीं जा सकता वस्तुतः यही वह जौहर है जो भारतीय भाषा विशेषकर सभ्यता का गौरवपूर्ण चिह्न है

सन प्रकशन   अप्रैल १९९८

प्रतियँ   एक हज़र

कतब   सलम खुशनवीस
सैद्र लेज़र प्रिन्टर्स नईदी पटन्न
हैदरबद. ए.पी.

मूल्य   दो सौ रूपये विदेशों के लिए ८ डलर
य ५ पँड

प्रकशक   इदर तजदीदे अदब (उर्दू) हैदरबद.

मिलन क पत

१. स्टुडेंट्स बुक हौस चरमीनर.

२. हुस्समी बुक डिपो मछली कमन हैदरबद.

३. मकन नं. २०-४-२३०, १,
मोती महल, हैदरबद-५०० ००२.
फोन नं. ४४१२८४२

ادارۂ تجدید ادب کی رسم افتتاح جسٹس پی اے کرشنا ریڈی رسم افتتاح انجام دیتے ہوئے
مسز فیض الحسن خیال، شفیق الزماں آئی اے ایس، ڈاکٹر نور الدین صدر شعبہ اردو حیدرآباد
یونیورسٹی اور سعید الحسن سعید نائب معتمد بھی دیکھے جا سکتے ہیں
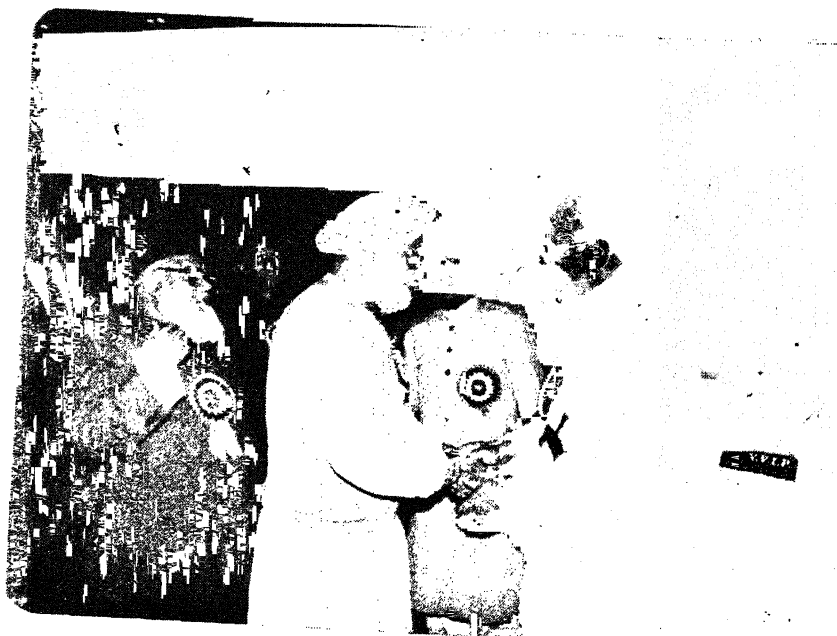
دہلی کے کل ہند مشاعرہ میں سابق مرکزی وزیر جناب رجن سنگھ، فیض الحسن خیال
راجندر سنگھ بیدی سحر، صلاح الدین نیر، حضرت راز الہ آبادی دیکھے جا سکتے ہیں۔
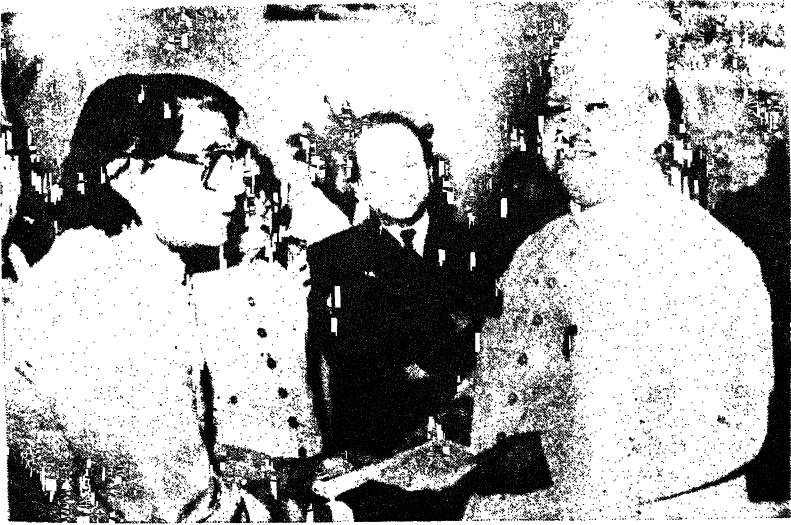
جناب فیض الحسن خیال صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر شنکر دیال شرما کو اپنا چوتھا مجموعہ کلام "کانچ کا شہر" پیش کر رہے ہیں۔ تصویر میں جناب عابد علی خاں ایڈیٹر روزنامہ سیاست اور دو سفیر جناب تجمل حسین صاحب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔
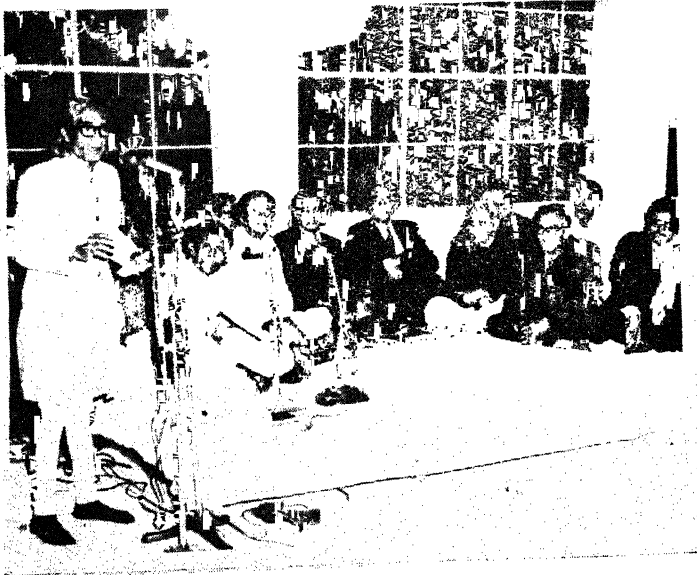
فیض الحسن خیال کلام سنا رہے ہیں۔ مسز آمنہ سحر، حضرت وجد الیعقوبی، اختر حسن، جگن ناتھ آزاد، علی سردار جعفری، آل احمد سرور اور جناب صلاح الدین نیر دیکھے جا سکتے ہیں۔

నీవు చూపిన అడుగుజాడల వరకు చేరుకుంటిమి. విశ్వానికే నాగరి కత నేర్పిన నీ దిక్సూచి వరకు చేరుకి దశదిశయందు అగ్ని జ్వాలలు విజృంభించే ముండె. పరమెట్టి స్థితినొందె నేటి నూతన నాగరికత యందు హత్యలు చేసిన హంతకుడే నేర్పరి. న్యాయమూర్తి హత్యలే హత్యలు, నిత్యం హత్యలు, ఎటుచూచిన హత్యలు హంతకుడే వైద్యుడు న్యాయ మూర్తియు నోరే అడుఫిరియ దుల కొరకు పురపాలకుల పాలన ఏమిచెప్పదు మి తమా అమాయకా కలుగు అన్యాయాలు ఏమి చెప్పదు మి త. తలలపై కత్తులు, కాళ్ళ క్రింద మంటలు వేడి పవనములు చిన్నని చిరునవ్వుల కొరకు మెమె చ్చటికి చేరుకొంటిమి.

ఎడారుల ప్రమాణం ఒంటరి తనం నాది నేను
గుర్తు ఎరంగని వారెవ్వరు లేరు నూతన దారులు నేను.

నీ మధుర వాణి దశదిశలు మారు మ్రోగుచుండె
నీ అందమే కడలి పొంగులవలె పొంగుచుండె.

ఎందరి నిజ స్వరూపాలు తేట తెల్లనయ్యె
మిత్రమా ధన్యవాదాలు నీ చక్కని గోష్ఠి ఏర్పాటుకు

నీ నామమే జపముగా జపించువారు
పటాపంచలు కావించుచున్నారు నీ అడుగుజాడలు

మందిరాల మసీదుల పేరు మీద కొందరు
అల్లరులు, అరాచకాలకు వెదుకుచున్నారు దారులు

ఈ రోతల ఋతువు ఇక మారిపోవును
నిందల పాలగు సమయమాసన్నమైనది ఓఘాతకుడా.

మాకు మంచిరోజు ఎప్పుడు ప్రాప్తించును
నీవెప్పుడు సారించెదవు నీ చల్లని చూపు

నాలోని జ్ఞానేంద్రియం అడుగు చున్నది పదేపదే ఖ్యాల్
ఎవరు పొందిరి అగ్రపీఠం జ్ఞాన ప్రదర్శనమందు.

నీ చూపు చల్లగ నుండు గాక నాకెట్టి కొరతలేదు
ఎట్టి ఋతువులలోనైన విచ్చెక్కె ప్రయా ప్రశ్నేలేదు.

నేనాలోచించలేను ఒకరి గురించి-
నీవు తప్ప నా ఆలోచన కేంద్రం మరోకటి లేదు

పైకెగసిన కొద్ది లభ్యమగును అదృష్టం
రెక్కలే చల్లనను‌న్న ఏందుకుండు దురదృష్టం

ఘుమ్ముకూడ చేర్చుకొంది శీకులలో
ఇట్టిశక్తి శక్తివంతులైన పురపాలకుల్లోలేడు

నగర కాంతులన్ని ఇమిడి ఉన్నవి నా కళ్ళల్లో
మీ దర్శన సౌభాగ్యం తలెత్తదు ఇప్పట్లో

మీరు భావించుచున్నారు ఋతువుల పిచ్చివాడనని
అందుకే కాబోలు వీడు ఋతు నిర్ణయాల విముక్తుడు

నీతో కలవాలని ఉన్నది కోరిక అపేక్ష చాలా
చేతిలో అద్దం పట్టుకొని పడెను పశ్చాత్తాపం చాలా

వాని వెంట ఉండును కొత్త కొత్త రీతులు, సంకెళ్ళు
ఎవ్వని అక్షయ పాత్రలో ఋజు, నిజమార్గాలుండునో

వానికి తెలియదు హృదయ తపన మెట్టిదో
నా గూడు తగులబెట్టి అయ్యెను వంచనాకారుడు

మిత్రులారా మీమీ ఇండ్ల నుండి బయటికి వచ్చి చూడుడు
ఎవ్వని వాకిట వెలుతురు గలదో వాడు భీతుడై యున్నాడు

నేస్తులారా, మాకు అనాధులు, దౌర్భాగ్యులు చూడకండి
మా భిక్షుల వద్దకూడ ఉన్నవి ఎన్నో దుఃఖరహిత పాత్రలు

ఇట్టి పిచ్చివాళ్ళు ఎక్కడ లభ్యమగుదురు చెప్పుము బ్యాల్
ఎవ్వనికైతె వన సౌందర్యము ఇనుమడింప భావాలు కలవో

రెప్పుల వ్యవహారాలు ఎంతోమిన్న మీ కన్న
మిత్రుల ద్రోహాలు ప్రతిక్షణం కంఠాన్ని చుట్టుకున్న సర్పాలు

ఆలోచించుచున్నాను నిన్నే పేరుతో పిలువాలో
చూపులో కుసుమాలు హస్తాలలో అస్త్రాలు

ఎందరో కలిసిరి విచలిత హృదయాలతో
ఇతరుల లోపాలు చూడువాడు అధముడౌతాడు.

పులుగములు మరిచినవి తన సంధ్యా పురోగమనాలు
స్వామి నీ విచిత్ర దర్శన మహిమ కాంచి

ఎవ్వడి ముఖారవిందాన శాంతి రేఖలు విరజిల్లునో
వాడి సిద్ధహస్తమే అల్లరిమూకాల వెన్నుతట్టు

నేటి వరకు పాత పోకడలే కనిపించె మీ వాకిట
చిరు తరంగాలు చాటుచున్నవి ఆమని అరుదెంచెనని

అవసరములేదు నాకెట్టి అద్దములిప్పుడు
ప్రతి అద్దములో నీ ఛాయలే ప్రకాశించుచున్నవి

పీడిత పురమునకు అండలు లభించినప్పటి నుండి ఖ్యాల్
పుర సౌందర్య స్థితిగతులు మెరుగు పడినవి

అద్దాల పురములో రాళ్ళ వర్షము కురియు చున్నది.
పురసందులలో హత్యాకారుల పతాకము ఎగురుచున్నవి.

ఏరివేసిరి మీరెందరినో పీడిత హృదయాలను
ఓదార్చు రూపములో పీడిత హృదయాల వేట సాగుచున్నది చాల

కొన్ని దీపాలు మిణుకుమిణుకులాడుచున్నవి మాత్రం
మీ చీకట్లలో వెలికే దీపాల కాంతులు కూడ నామమాత్రం

ఆరిపోతిని నేను కాని వెలుగుచున్నది నీ పురం
ఈ వెలుగుచున్నది వెలుగు కాదు నా హృదయ జ్వాల

జీవనం సంబరాలతో గడిచినది ఎట్టికేలకో
నీవొసంగిన దుఃఖాల పరంపర మిగిలి యున్నది నేటికి

రిక్త హస్తాల మధు ప్రిములున్నారు మధుశాలలందు
దాహపు వర్షపు ఋతువు కాబోలు ఖ్యాల్ నేడు పురమందు

ఫైజుల్ హసన్ ఖ్యాల్ వీరు ఉర్దూ భాష కవితా రంగములో సుప్రసిద్ధులు గత మూడు శతాబ్దాల నుండి హైద్రాబాద్ పట్టణవాసులకు కుల, మత, భేద భావము లేకుండ ముగ్ధులు కావించిన రసమయ కవి. వీరి కవిత్వంలో రత్నాలు, రాళ్ళు ఉండును యని శ్రీ ఆబిద్ అలీఖా ఎడిటర్ సియాసత్ పత్రికా వారు పేర్కొనిరి, నిజంగా వీరి కవిత్వంలో బీదల పాలిట దయ, కరుణ ఉట్టిపడును మరియు దుర్మార్గుల పాలిట క్రోధం కూడ ప్రతిచరణంలో కనిపించును.

ఇట్టి వీరి పద్యాలను మిత్రుల కోరికపై తెలుగు అనువాదము చేయించుటకై ఒత్తిడి రాగ ఇది వీరి తొలి పద్యానువాదం తెలుగు భాషలో కూడ ప్రయత్నం చేయబడినది.

ఉర్దూ భాషలో గౌరవనీయులైన ప్రియతమ నాయకుడైన మన భారత ప్రధాని పి.వి. నరసింహారావు గారి పై వ్రాయబడిన పద్య అనువాదం తొలి తెలుగు అనువాద పద్యం.

ప్రియతమ నాయకుడు శ్రీ పి.వి. నరసింహారావు భారత దేశ ప్రధానమంత్రి
వారి నిజస్వరూపం. ఋజు ప్రవర్తన. వారు పలికిన
పసిడి పలుకుల నిలువుటద్దం

పి.వి. నరసింహారావు ద్వారంపై
పూలవర్షం కురుస్తూంది.
కొమ్మకొమ్మ, రెమ్మరెమ్మ, పరిమళాలతో నిండింది,
ఆకు ఆకు నుండి అమృతం స్రవిస్తుంది.
నీ వీరోధులు
పరిస్థితులను తిలకించి, సిగ్గుల ముసుగు ధరించినారు,
భీతిల్లి కంపితులైనారు,
అలంకృతుడవై నీవెప్పుడరువెంతువో
ప్రేమనురాగాలు విరజల్లుగడ్డపై
జీవనామృతము కురియు తద్దానే,
ప్రేమవాకిలి విరాజిల్లు భువిపై
చల్లని స్వప్నాల సీమలో- తెల్లని ఆమని దేవుణ్ణి
మీరు మేము అందరం కలసి స్థాపిద్దాం
చూడండి, చూడండి మరేమగునో
క్షణం క్షణం పూల వర్షం నవ్వుచూ నుండు

ఫైజుల్ హసన్ ఖ్యాల్

శుభాకాంక్షలు

M.S. RAJU
D.G.P.

శుభాలు కలిగించు నీకీ ఉన్నత పదవి డి. జి. పి ఎమ్. ఎస్. రాజు !
శుభాలు కలిగించు నీకీ పవిత్ర, నిర్మల అద్దం వంటి పదవి ఎమ్. ఎస్. రాజు

చీకట్లిక వెలుగుల భువిపై కొనసాగజాలవు
దోపుగాండ్రు, దుండుగులిక మనలేరు కన్ను సైగలపైన

వెలుతుర్ల పురి ఇక నీ కైవసమయ్యె రవితేజ ఎమ్. ఎస్. రాజు !
ఇక ఏ పండుగ పబ్బాలలో తగలబడవు ఇళ్ళువాకిళ్ళు

లజ్జా ముసుగులు ధరింతురిక ఖూనికోరులు, నరరూపరాక్షసులు
నీ ముఖ గ్రంథమునే పఠింతురు తిమిరాల వేటగాండ్రు

ఇక ఈ హయములో కూడ ఏ దుష్ట సంఘటన సంఘటించిన
నీళ్లునములుదురు దుష్టకర్ములు, దుష్ట చరిత్రులు–

పాటింపవలసి ఉండును నిరంతరము వనమందు నివసించువారికి
ప్రతి ఋతువు సమయ కటాక్షములను కృతజ్ఞతలు తెలుపుచుండును

నీవిక్కడ సమయమువు నమ్మదగినట్టి సమయ దివిటీవు
కంపరములు రేకెత్తించుటకు నీరీక్షింతురు కొందరెచ్చట

ఇక మోగదు కర్ఫ్యూల సైరను నీ సురక్షిత హయాములందు
నీ పేరే హడలు గుండెదడలు పుట్టించును గుండెలు లేని గుండాలకు

వెయ్యి శుభాలు, శుభా కాంక్షలు నీవు చేపట్టిన ఉన్నత పదవికి
స్వర్ణాక్షరాలతో లభింపబడును నీ పేరు దక్కను చరిత్రయందు

ప్రేమ కానరానిది కనిపించనిది వ్యథమాది
శృంగార దృష్టిలో బంధి జీవితము మాది.

నేటి నూతన మనుజుడి తనదారులు వీడి
విడనాడుకున్నాడు విశ్వాసాలు తన నమ్మకాలు

హస్తములు సైతం ఎత్తలేని స్థితికి చేరుకున్నాడు
జారవిడుచుకున్నాడు మానవుడు తన సహజ ప్రార్థనశైలి

దురాలే మిన్న సన్నిహిత సంబంధాల కన్న
చూచెదమిక హరిభావాలు గగనాల యొక్క

దారులు మార్చుకొందురు ఋతు ప్రభావాలకు కొందరు
దారులే కాదు గమ్యాలు మార్చుకొనలేదు మేమెట్టిస్థితులకు

తెలుపుడీ తుఫానులురేపే పవనాలకు
నిర్మించుకొంటున్నారు మళ్ళీమళ్ళీ నూతన గూడులు

ప్రతిక్షణం ఘుమఘుమలు నూతన కాంతులు
తిమిరాలలో దాగియున్నదెవరు మన శ్రేయోభిలాషులు

మిత్రుల నిజ స్వరూపాలు తెలిసిన పిదట
తెలిమ వచ్చెను ఎవ్వరెవరు మన శ్రేయోభిలాశులు

తనవారని ఎవ్వరిని నమ్మితినో
సర్పము వోలె తొలి కాటేసిరి వారె

వసంతము అరుదెంచన తొలి రోజె
వనమెల్ల మాడ్చి బూడిద కావించె

చాచనైతి కరములు జీవితాంతము
ఆధారపడితి నీ కరుణా కటాక్షములపైన

వెదికే నా దృష్టి నిన్నెచ్చటెచ్చట
వీక్షించితి నిన్ను ప్రతిచోట

దిమ్మరియై నన్నే వెదుకు చుండె సర్వ సంబరాలు
నీవెంతగ నన్ను మార్చితివి విచలిత హృదిచేసి

ఖ్యాల్ ఉంటివి నిన్నటి వరకు వసంత సాంగత్యములో
చూపు వాడెవ్వడు వన వినాశకారి ఎవ్వడో

వలపు నిఘూడు నాడి బాధ ఘూడం నాది
అందాల దృష్టిలో బంధింపబడినది లోకం నాది

నేటి నూతన మానవుడు తన దారిని విడనాడి
పోగొట్టుకున్నాడు తన తలంపులు, తన నమ్మకాలు

దారులు మార్చుకుంటారు ఋతుల భీతితో జనులు
మేము మార్చము దారులు మార్చము బిడారులు

చేతులెత్తలేడు ప్రార్థనలు సల్పలేడు
పోగొట్టుకున్నాడు మానవుడు ప్రార్థన శైలి నేడు

ఎన్ని తుఫానులు, ఎన్ని సమస్యలు ఎదురయ్యే నేడు
అయిన చూడుడి చెక్కుచెదరకుండ ఉంది మన గూడు

పరిమళమ్ములు గృమ్ము చున్నది, నలుదిసలు వెలుగు చున్నవి,
తిమిరాలలో తిరుగు దయామయుడెవ్వడో చూడు

నుడువుడే విసురుగాలుల తప్పొట్లతో
మరల నిర్మింపబోవుచున్నారు జనులు తన గూడులను

దూరాలే మిన్న చేరువుల గోష్టుల కన్న
చూడాలి గగనమెప్పుడు మన శతృవౌతుందో

ఇప్పుడు పుష్ప వాటికపై కాపరి ఎవ్వడో
విచ్చల విడిగా చెప్పలేకున్నాము హృదయావేదన.

మిత్రుల చిత్రాలు దూర పరిచితి దృష్టినుండెప్పుడో ఖ్యాల్,
గోచరమయ్యే, సమయం దయామయుడయ్యే,

గౌరవభాజ్యులు, భారతదేశాభినేత
మన నూతన గణతంత్ర భారత అధ్యక్షులు.

భారతదేశ అధ్యక్షులు

శ్రీశ్రీ శంకర్‌దయాళ్ శర్మ గారు

నీవు అధినేతవు దేశానికి ప్రేమకు అనురాగానికి
నీవు అద్దానివి నిలువుటద్దానివి కరుణకు స్నేహానికి

నీవు విశ్వాసాని అన్ని సమయాలకు అన్ని రంగాలకు
నిత్య నీ వర్తమానము నీతి నిజాయితి ప్రేమానురాగం

గౌరవ ముఖ్యమంత్రి, ఆంధ్రప్రదేశ్

శ్రీ ఎన్. టి. రామారావు

సుమాంజలి

భూషింపుము భూమి దక్కనును ఎన్. టి. రామారావు
రక్షించి తల్లి తెలుగును ఎన్. టి. రామారావు

పుట్టనివ్వకుండ అగ్ని జ్వాలలు ఏ ఒక్కరి హృదిలో
నడవ నివ్వ కండి దుష్టుల దురాచారాలను

చాచవైతివి కరములు అన్యులవలె ఎన్నికల్లో
లోకసభ ఎన్నికల ప్రచారమువోలె పాడితివి దేశ సౌభాగ్య గీతాల

స్నేహం, మైత్రి, ప్రేమానురాగ దేశ సౌభాగ్యతో కూడిని ఎన్నికను
ప్రతి హృదయాన్ని ఆకట్టుకొంటివి కొత్తవైనంతో ఎన్. టి. రామారావు

కలుషిత వాతావర్ణాన్ని ప్రక్షాళించి అలంకరించు నగరాన్ని
ఉచ్చనీచ తారతమ్యాన్ని విడనాడించు ఎన్. టి. రామారావు

ఎగరవెయ్, ఎత్తు పైకెత్తు మానవత పతాకాన్ని
ప్రతి హృదిలో ప్రేమానురాగాల గూడుకట్టు ఎన్. టి. రామారావు

నడువుము, నుడువుము జాగ్రత్తగా ఎన్. టి. రామారావు
దృష్టిలో పెట్టుము, దృష్టిలో ఉండుము ఎన్. టి. రామారావు

మా మాటలు, మా పాటలు, ప్రేమసుమాలు మీపాలిట
మొగ్గలవలె వికసించు, పువ్వులవలె నవ్వు ఎన్. టి. రామారావు మాన్యులు.

ఋతువుల వోలె ప్రతిదృష్టిలో ఉందువు
నీ ఉనికి ప్రాతఃకాల సదృశ్యవలవలో ఉండు

ప్రతి వాని దృష్టి ప్రత్యక్ష వెలుగులో ఉండు
ఎవడెరుగు పరోక్ష ప్రాతః వెలుగులను

మిత్రుని ప్రకృతులను ఎరుంగుదురు ప్రియులు
అందుకే కాబోలు ఉందురు ఒకప్పుడు వృద్ధిలోను మరి మారేదృష్టిలోను

జరుపుకొందును ప్రాతఃకాల వేడుకలు, ఉత్సవాలు
నీ శరీర నేత్రావృలు పరిమళించును ప్రాతః చిరుగాలులలో

జీవన దాడులు వాడి, వేడి సుడిగాలులు
కళాకారు ఖండిత హృదయాల గాయాలపైనె

వేని దృష్టిలో నుండునో యుగయుగాల దురాలు
ఒక్కొక్క క్షణం వాని దృష్టి నీ ప్రయాణ దారులలోనుండు

గుణతింపు గుణం ఒకటే ఈ బాటసారిది.
పిచ్చివానివోలె పడియుండు నీ దారులు కాస్తు

వాని ముచ్చట్లు నిలిచి పోయినవి పెదాల పైన 'ఖ్యాల్
నా కథలే ఆకట్టుకున్నవి జన జీవన దృష్టియందు

పట్టణాలలో రగులు కొన్న అగ్నిజ్వాలలు నా పల్లెలకు చేరుకన్నాయి
నిష్కల్మశ హృదయాలపై కూడ కాల ప్రభంజనాలు అలుముకున్నాయి

మసీదులను మాత్రం నిర్మూలించుటకు సాగిన పరుగులు
సాగించెను నేడు మానవత్వముపై దాడులపై దాడులు

నీ జ్ఞాపకాల కమలాలను సృష్టించుకొంటి చక్కని రీతిలో
సముద్రపు అలలు దిగివచ్చె నా కళ్ళలో ఎంతో ప్రీతితో

మధుశాలలను కూడ వ్యథశాలలుగా మార్చిరి మీరు
ఎడారులను కూడ అలకరించుటకు పూనుకొంటిమి మేము

జీవనము మోసపుటద్దము చూపుటలో నేర్పరి
ప్రతి నిజమును కూడ కథలల్లుటలో సాటిలేనిది

వారి హస్తములు ఖండించబడును ఈ యుగములో ' ఖ్యాల్
ఎవ్వరు సత్యము పోషింపు ప్రతిమ బూనిరో

పరహిత ధ్యానయే సజ్జన జీవిత లక్ష్యం
పొందితిమి ఎన్ని అవాంతరాల పిమ్మట ఈ జీవిత దేహం

మీతో పరిచమానంతరం ఎడబాటు దుర్లభం
మీ కురువుల చల్లని నీడయే జీవితామృతం

మధుశాలలో ఏముంది నీ కాటుక కన్నులు తప్ప
ఒక ప్రళయము రేకెత్తును నీ నామముతోనె ఓ ప్రాణసఖి.

సాయంత్రం కాగానే గూటివైపుకెగురును
పులుగముల నైజం, మనోద్యేయం కూడాను.

అశ్రుపూరిత కన్నులు తప్ప మీరొసంగినదేమి
మిత్రమా ఈ సంపత్తి కూడ చూడు మాకు మిగిలినది

నా కండ్లలో నిలిచినది ఒక పువ్వులాంటి మూఖారావిందం
దాని పరిమళాలతో గుభాళించుచున్నాము మనమెంతో.

కవిత్వం జీవనం సంబరాల స్వప్నం కాదు
కవిత్వం వినుపించు కవిత్వం యౌవనాల దూఋ కాదు.

సుఖ, సౌఖ్యా సంబరాలు పొందెదరు మీరెచట నుండి
కాంతుల సుఫలితాల జ్యోతులు వెలగవు మీ పురమందు

ఈ ఉదయం నీది నీదే సాయంకాలమును
నీవు లేక ఏ స్వప్నము లేదు నా స్వప్నము

లేదు సంబంధం మీకు దర్పణాల దర్శనాలతో
ఎంతకాలమాయేనోలేక సుస్వప్నాలు మీ మస్తిష్కాలలో

ఈ దూరాలే మీ ప్రేమానురాగాలకు చిహ్నాలు
మీ అసంబంధిత ప్రవర్తనం కాదు మాపై మీ కోపతాపాలు

కొట్టవచ్చుచున్నది కొరత నేటికి సజ్జన సమూహాల
ఇందుకే కాబోలు శ్రేయస్సు తపనా రహితులైనారు జనులునై

ఆలోచించి, విచారించి చదువు హృదయ కావ్యం 'ఖ్యాలో
ఇది కవిత్వం. సత్యస్వరూపాల దర్పణం, కల్పితాల నవల కాదు

మిత్రుల సానుభూతి ఎంత నాపై ఉన్నది చూడండి
శత్రువుల పెదాలపై నా కథయే కదిలాడుతుంది చూడండి

కావ్యాల. గోష్టుల ప్రతిష్ఠలను ఇనుమడింప చేసిరో
ఏలుచుండిరి వారే నేడు హృదయాలను చూడండి

ఎంత దూరాన నున్ననేను వారి వాడనే అగుదును.
ఏల కడతేర్చెదరో వారు నన్ను చూడండి

మీ ప్రేమాను రాగాల వెలుగులే మిగిలియుండెను
మిత్రులు అదియును ఆర్పివేసిరి చూడండి.

ఎంతటి సమర్థులు అసమర్థుల వరుసలో నిలిచిరి
మూగవారల రాజ్యాలేలు తీరుతెన్నులు చూడండి

ఒక వారి రెక్క గగనయాన వారి వెలుగు పథం
ఎంతా మధురమైన వృత్తాంతం పులుగములది చూడండి

దుఃఖ సాగరాలలో క్రుంగుచుంటిమి కాని
మా పెదాలపై ఓలలాడుచున్నది సంబరం చూడండి

స్వప్నాలు కనుట నా ప్రకృతియే కాదు.
జాగృతులయే నా కథలు చూడండి.

ఆమని నిలిచింది ఎందుకు ఒకే పూలవనంలో
వ్యాపించింది దూరదూరాలకు ఎడారుల కథ చూడండి

చిరునవ్వులు నవ్వెను నా హృదయవృత్తాంతంవిని 'ఖ్యాల్'
వాని కళ్ళలో కూడ కురిసెను అశ్రువుల జల్లులు చూడండి

ఉరికంబాలెక్కిస్తుంది యీ సమయము ఎందులకో నన్ను
దుమ్ము, ధూళివలె ఎగరవేస్తుంది ఎందులకో నన్ను

ఎంత తదేక దృష్టితో చూసేనోవాడు నన్ను
అంత లోతు సముద్రాన్న ముంచివేసెను నన్ను.

ఎవరి రాత్రులను అలకరించితినో నేను
దీపాల వోలె పగలు కాల్చిమాడ్చెను నన్ను

ముఖాల ముసుగులు లేపి నిజరూపాలు చూడాలి
ముఖాలవెనకదాగిన నిజరూపాల బట్టిబయలు చెయ్యాలి

ప్రాతః రవి కిరణాలలో ఉన్న జీవిత సందేశాలు
మధ్యాన్న పు వేడికిరణాలే కాల్చివేసెను నన్ను

ఎవరి నాదము విని లేచునో జనావళి
వాని నాదములో నాదము కలపాలి నేను

విరజిల్లుము చిరునవ్వులు నాతో మీరును 'ఖ్యాల్
ఏకాంతగాయాలను మాటు పరచాలి నేను.

నిండు ఆమనిలో ముళ్ళధారిగ మారకు
పూల వనములో మంటలు రగిల్చి సమస్యగా మారకు

ప్రేమ లోకములో కుల,మత,వేష భాషలకు తావు లేదు.
గమ్య ప్రాప్తిలో ఒకరి ముందు చేతులు చాచకు.

పురమంతటిని తగుల బెట్టితివి క్షణకాలంలో
తన గృహదహనమునకు కారకుడవుగా మారకు

మార్చుము దిక్కులను, పరిస్థితులను, కాలమును,
వాయులను, జల మార్గములను, కాని దారిరాయిగ మారకు

మిత్రమా ఈ ఘడియలు ఒంటరి తనాల ఖూనీలు
మిత్రసమూహానికి కూడలిగామారుము-

పురమంత సమస్యలతో అట్టుడికినట్లుడుకు చున్నది 'ఖ్యాల్
నీవు నీ పురమునకు ఒక సమస్యగా మారకుము.

నీ హత్యకు యెవ్వరిని అడిగెదవు న్యాయం
న్యాయమూర్తి హత్యకారుని ఇంట వేసినాడు పీఠం

చిందిన రక్తం భువిపై కాని హస్తాలకు అంటుకున్నప్పుడే
చేయ్యాలి తీర్పు మనం అప్పటికప్పుడే

మొగ్గల శ్వాసలు ఆడకుండ ఆగినట్లున్నది
మొగ్గలను పూలుగా మార్చు ఆమని ఎక్కడ ఆగినదో

నగు మొగాలనే చూస్తున్నారందరు కాని
జరుగుచున్నది ఏమి మాపై చూడువాడేవ్వడు

వెదుకుచున్నారు ప్రతి ఒక్కరు ప్రతిచోట.
కన్నుగప్పి తిరుగుచున్నాడు వాడు మావెంట

ఒసగెను ఎవ్వడు సహస్ర మొగ్గలకు నవ్వులు
రోధించుచున్నాడు ఇప్పుడు వాడె మొగ్గల నవ్వులకు

మోకాళ్ళయందు మొగము పెట్టి కూర్చున్నారందరు 'ఖ్యాల్
మోయుచున్నది ఈ యుగం తనకు తానె.

ఏ ఋతువైనను నీ నామమే వినుపించెద నేను
నిన్ను పొందుటకై మాన ప్రాణాలైన త్యజించెద నేను

నా అదృష్టమును నానొసలుపై వ్రాయుము.
నా అదృష్టము నీచేత వ్రాయించెద నేను.

మోహనాక్షరాలు, మధురవాక్యాలు, నీ వేషధారణ
నీ పరిమళాల వృత్తాంతాలు వినుపించెద నేను.

నీ పథముల తలనెత్తి నడుచువాడెవ్వడు
నీ పథమున నా కళ్ళను తివాచుల పరిచెద నేను.

ఎవనితో మొఱలు పెట్టెద, వినువాడెవ్వడు
నా హస్తములనే అద్దమువోలె కావించెద నేను.

తన వారి విషయంలో ఎందుకు నాతో పంతాలు 'ఖ్యాల్'
శత్రువులతో కూడ స్నేహ సంబంధాలు పెంచెద నేను

అందరు చూసిరి నానగు మొగమును కాని,
ఎందరు చూసిరి నా హృదయాంతరాళములను.

ఎవ్వరికి కలుగుకుండెనో నీ అనుబంధ సంబంధాలు
వాడెచ్చటికి వెళ్ళిన ఉండును ఏకాంతుడుగను

వేని గురించి ఎరుగ కుందువో నీవు
వారి గురించి పలుకునప్పుడెల విచారించుము

మీ మదిలో వెలుగు ప్రకాశింపనంతవరకు,
మీరు వెయ్యేల చేసిన మది ప్రకాశింపదు.

బహుశ అందరు నిద్రావస్థలో మునిగి యుండిరి
ఇట్టి నిద్రావస్థలకు ఎప్పుడు తట్టి మేలుకొల్పునో

దీనులమైన మేము ఎవ్వడిని ఆపద్బాంధవుడని తలచితిమో
అపరిచితునిగా నీ పురమందె యుండు నేమో,

నీ నక్షత్ర అశ్రుబిందువులను చూడుము ఖ్యాల్
ఒకటి రెండు క్షణములందె వేదికంత ప్రకాశించును

దయా దాక్షిణ్య, కరుణా కటాక్షాలుగా మారు
కలహముల, కలహభోజు, అశాంతి సృష్టికర్తల

బలిపీఠరీతులు, సంఘ సంస్కార చట్టాలు
ఎటుచూచిన మా సంఘటనలే మా కథలేయుండు

పలుగములు త్యజించి తన గూళ్ళను విడనాడిన నాటి నుండె
నిత్యనూతన సంఘటనలు సంభవించు చున్నవి.

పూల వనములో పరుగులాడు చున్నవి ఒంటరిగా జీవనం
దేవుడెరుగు ఎట్టి సంఘటనలు సంభవించునో

వీడెవడో నూతన నాయకుడు మార్గదర్శి రూపం ధరించె
నిత్యనూతన సంఘటనలు సంభవించనారభించే

నడచిన దారె, నిలిచిన కోరిన గమ్యం
నీ ప్రియుల రూపాలెన్నో తోచని అగమ్యం

వ్రాయుచున్నాను నేను వాని కథలే 'ఖ్యాల్
వేని చూపులు ప్రసాదించునో జీవన ప్రసాదాలు

పురపాలకుడు కూడ దుఃఖసాగరములో మునిగి యున్నాడు
కలియుగ హంతకునితో క్షణక్షణం భీతిల్లి పోవుచున్నాడు

రాళ్ళను పిండిచేయువారి ప్రకృతి ఎంత చిత్రం విచిత్రం
రాళ్ళు కురిసే సమయంలో పాల సముద్రం పొంగులు చిత్రం విచిత్రం

దూర దూరాల వరకు నీ పరిమళం, నీ మధురగళం
నీవు కాలిడినంతవరకు అది సుమవనదళం

దోషమేమిటి జగానిది, తప్పేమిటి కాలానిది,
మనిషియే పీడించువాడు, మనిషియే పీడంపబడువాడు

ఏమి గాలియెన ముగరక్ష పూసినాది
ఎటుచూచిన బాటసారుల చిందరవందర సరంజామ

నీ ధ్యాసతోనే వికసించును వెయ్యి గులాబీలు
నీవులేక మరెవ్వరు గళమెత్తి పాడువారు

కాలము పరుగిడుచున్నది ఒక్కొక్క కిరణములు కొరకు
జీవనము గీపెట్టుచున్నది గోష్ఠి కొరకు

ఆమని విచలిత హృదియై యున్నది సుమ వాటికకై
స్వదేశము కొరకు అలమటించు కాందీశికుని వోలె

బుద్ధ జీవుల సరిహద్దులు ఇహపరములవరకే
ఉరి సంస్థాలే ముద్దులు పిచ్చివాళ్ళకు ప్రేమపిచ్చివాళ్ళకు

నడకలు బనారస్ ఉదయాలు, నిలచిన తాజ్‌మహల్
శేష హోలమలు మాత్రం దక్కన్ కొరకే అన్నట్లు -

అడుగడుగున సూర్యపుటద్దాలు ఉన్నవికాని
అలమటించు చున్న కాలం ఒక్కొక్క కిరణం కొరకు.

నా హృదిని నిలుపుటద్దముగ మార్చుకున్నాను
నీ ఒక్కొక్క ఓర చూపునకు ఒక్కొక్క హోమాలకు.

గులాబీలు పంచితివి నిన్నటి వరకు 'ఖ్యాల్'
దొరికినవని నీకు శూలాలు ధరించుటకు

(బానారస్ పట్టణము యొక్క ఉదయంచాల రమ్యంగ,
మనోహరంగా ఉంటుందని ప్రతీతి)

మీ కళ్ళలో కన్నీటి ధారల సముద్రముండెను.
మా కళ్ళలో అంతకన్న గొప్ప తుఫాను ఉండెను.

గులాబీల నెత్తావులు మీ అణువు అణువులో
చిత్రాలు వెదజల్ల దృశ్యాలు ప్రతి దృష్టిలో ఉండె -

ఎట్టి ఋతువైన సంబరాలు నావెంట నుండెను
నీ మధుర స్మృతుల వ్యధలు నాశక్త్యానుసారమైనుండె.

చూపు చుండెను గమ్యాల దృశ్యాలు -
వాడు కూడ నా తోటి బాటసారి మాత్రమే

లభించెను ప్రతిచోట దుఃఖాల కానుకలు
నీ విరహమే నీ ప్రీతికి నిదర్శనాలు.

ఆమని అరుదెంచె వేడుకలు జరుగుచుండె
ప్రతిచోట పూలవనములో నీ స్మృతులే

పూరేకులతో కూడ మాకు గాయాలు తగులు చుండె
మీ హస్తమందు అద్దాలుకాని, రాళ్ళుకాని లేకుండె -

నీ ఉనికి నెత్తావి నా శ్వాసలందు ఇమిడి ఉండె
ఒక్కొక్క క్షణం జీవనముకన్న ఎంతో ఉండెను మిన్న

బాటసారు లెచ్చట హత్యాకాండ జరిగెనో విన్న 'ఖ్యాల్'
బాట సారులు కాని బాటచూపములుకాని లేకుండిరి.

పూల వనంలో కూడ మంటలు రేపేవాళ్ళు,
ఎంతటి నిశబ్దం వహించినారు ఈ యుగం వాళ్ళు

ఈ పురిలో ఎక్కడ, ఏమూలాన నక్కియున్నారో
చీటికిమాటికి క్రొత్త క్రొత్త ద్వేషాలు రేపేవాళ్ళు

నిన్నె హతమార్చునేమో నీ సంస్కృతి, సంస్కారం
క్రొత్త క్రొత్త గూడ్లు కొట్టుకొందురు కట్టుకునే వాళ్ళు

రాతి గుండె వాళ్ళెవ్వరు లేరు లేరు రాళ్ళు కొట్టువారు
రాళ్లైపోయినారు కాలరీత్యా ఈ యుగంవారు

శోక కిరణాల వ్యాప్తితో ఉద్భవించె ఎన్ని సూర్యగోళాలు
సూర్యులుగా మారిరె ఎందరో ఎడారుల అలకరించువారు

శోక విముక్తులమని నుడువు వారెందరో
నాశోకాన్ని అర్థము చేసికొనలేని వారందరు

భీభత్స అరణ్యములో వచ్చిరి ఓదార్చుటకు
నీళ్ళలో కూడ ఆరని మంటలు రగుల్చువారు,

సమము స్ఫూర్తి మకుటం ధరించవలెను 'ఖ్యాల్
లేకున్న తలెక్కుదురు ఈ అను గ్రహ వాదులు

నే నెప్పుడు రవివర్మనై నీ సీమ కరుదెంతునో.
ప్రతి నవ్య హృదిని నవ్య జ్యోతుల తేజస్సు నిత్తు;

తిమిరాల గుండెల చీల్చి ఉత్తుంగ మార్గము చూపె,
మూగ హృదయాల మొగాన ముసిముసి నవ్వులు చిందింతు.

తాటి కాయాక్షరాలతో నన్నెరుంగు పత్రికలు గాని
నేనెంతవరకు ఈ నగరంబున అనామకుడనై యుందు

క్షణకాల ముచ్చటయే కదా కాలము మారని,
నీ నయనాలకు చక్కని స్వప్నహారాలందింతు.

నీ హస్త ఘుమఘుమలు నిలచినవి నా అక్షయ పాత్రలో
నేనెటు కాలిడిన పుత్రరాజయే అనుపింతు.

నేనెరుంగుదు ప్రేమ నియమావళిని,
అధిగమించి స్పర్శించితినేని మాడిమసి అగుదు

అశేషజనులు ప్రేమ సూత్రములు బోధించిరేని
నీవు నొసంగిన పూబాణీ అమృత వాక్కులె నా కవచంబగు

మండుటెండల ఎడారుల భావము కలిగినప్పుడెల్లా
నీ గుబురు కురువుల ఛాయశయ్యపై పవళింతు

ఫైజుల్ హసన్ ఖియాల్

అనువాదం
కె. ఖాజమోయినొద్దీన్

కరుణపూరిత దృష్టి యుండు తమది ఎవ్వనిపై
అల్లాఃతోడు అగును వాడు స్వర్గార్హుడుసుమ్మీ

అవుగాక మా జీవిత ప్రమాణాలు నిత్తమివియే
మొహమ్మద్‌ముస్తఫసల్లల్ల అలహివసల్లంతో నిత్య ప్రేమానురాగం

ఇది భగవత్కృప కలదు మాపై సర్కార్ కరుణాదృష్టి
లేని ఎడ అయ్యేది కష్టతరం పీల్చుట శ్వాస ఇక్కడ

సర్వలోకాల సర్వాధికారితో ఇంతియే మా విన్నపం
తలంపులలో నైన తమ దర్శన భాగ్యం కలగింపుమని

అచ్చట భగవత్కృపవల్ల సర్కార్ నా మాత్మమేచాలు
మానవ ప్రయత్నములు నిష్ఫలమగు నెచ్చట

సంసార సాగర ఎదురీతలలో మీ నొసటి సైగయే చాలు
ఒక దృష్టి ఓమాన శ్రేష్ట ఇటు సారించవయ్యా.

ప్రవక్త స్మరణము ఏమానవ హృదయ అదృష్టమగునో
మానవ కోటిలో ఉత్తమ మానవుడగుట వాడు నిక్కము

నా పాపహరణములకు మీ నామామృతమే సాధనము
నా యీ స్తోత్రమాల ఉత్కృష్ట రచనగా మార్చుమయ్యా

నామ ధ్యానమే ప్రతి హృది నియమావళి యగు గాక
ఓ భగవంతుడా. ఈ మహాభాగ్యము మా కంఠపములు అగు గాక

స్తుతిమాల

సుమం నీవే సుగంధం నీవే సుమ వనం నీవే
శౌర్యవంతుడవు నీవే న్యాయమూర్తివి, దయానిధివి నీవే

ఆది మధ్యాంతము నీవె సర్వాంతర్యామివి నీవే
ఇహమందు నీవు ప్రభువు పరమందు నీవే

నీ దయా దాక్షిణ్యములే కలవు లోకములందు
ప్రతిజీవికి నీపై విశ్వాసమే జీవనాధారం

నీవే దైవము పతియు గతియు ఏడుగడవునీవే
సప్తలోకాలకు, సప్తసముద్రాలకు, సప్తగగనాలకు

గిరి లోకాలు, కీకరాణ్యాలు ఎడారులు గగనాలు
ప్రతి అణువణువులో నీ నిదర్శనాలు

సర్వ భూతాత్మముల కెల్ల మనుజుడేమిన్న
ప్రభు నిన్నేల స్తుతించుదు తెలుపు ఇంతకన్న

జీవితం ఒడుదొడుకులలో పడకుండా
సుఖ శాంతముల తో గడుపు ఎట్టకేల

క్షణమైన నీస్తుతి విడకుండ ఉండుడెందం
ప్రతి ఉచ్ఛ్వాసనిశ్వాసలో అల్లాఃదే ఉండు 'ఖ్యాల్

భారతీయులందరిలో భాషా సమైక్యత, జాతీయ భద్రత పెంపొందించ డానికి ఉర్దూ భాష అవసరముంది. దేశభక్తి జాతి గౌరవం దీని వల్ల అభివృద్ధి అవుతుంది. దేశ భాషలందున్న సాహిత్యాన్ని ఇతర భాషలలో అనువదించాలి. ఈ భాషల భావాల్ని అవగాహన చేసికొంటే సమాజంలో కనబడే జాతి, మత భాషాపరమైన ఒడుదుడుకులు సమసిపోయి ప్రేమ, సౌభ్రాతృత్వం అభివృద్ధి చెంది స్వాభావికమైన జాతి సమగ్రత సాధించబడుతూంది.

ఈ ధృక్ఫథాన్ని దృష్టిలో ఉంచుకొని శ్రీ ఫయిజుల్ హసన్ ఖయాల్ ఉర్దూ కవిత సంకలనం ''ఖంద్-ఎ-హింద్'' ప్రచురణ కవిత తెలుగు, ఉర్దూ అనువాదాలు, హిందీ ట్రాన్స్‌లిటరేషన్‌తో బాటు ప్రజల సమక్షంలో సమర్పిస్తున్నారు.

ఖయాల్ అన్నట్లు :

ఉద్యాన వనవిషయం నన్నెందుకు అడుగుతారు.

నా ఆనంద భాష్పాలు చూచి తెలుసుకోగలుగుతారు.

ఈనాడు మన అవసరం సాహిత్య సహనం, సాహిత్యరంగంలో విప్లవాత్మక మార్పు అతి పురాతనంగ మన దేశంలో ఉన్న సమైక్యతను రక్షించుకోవడం ఇదే అందరి ధ్యేయం.

శ్రీ ఖయాల్ గారు ఈ లక్ష్యసాధనకు చేసినకృషి ప్రశంస నీయమైంది. మన దేశంలో సాహిత్య రంగంలోని అసహనాన్ని పారద్రోలేందుకు ముందుకు వచ్చిన ఈ కవి అన్ని విధాల కృతార్థుడు. శ్రీ ఖయాల్ ఈ కృషికి వెలుగు నిచ్చిన తొలిభానుడు. వెలుగునిచ్చే ప్రతి కిరణం భాషా సహనాన్ని ప్రసరింపజేస్తుంది. తద్వార మానవ సౌభ్రాతృత్వం సాధించబడుతుంది.

మన సాహిత్య చరిత్రలోనే ప్రథమంగ ఒక్కమారు కవితల సంకలనం నాలుగు భాషల్లో ప్రచురించబడుతూంది.

కవులు, రచయితలు, పండితులు విమర్శకులు ఈ ప్రయత్నాన్ని సహృదయతతో ఆదరించి ప్రోత్సహిస్తారని ఆశిస్తూ.

— నజ్మా అల్‌గాజి

ముందు మాట

సాహిత్య చరిత్రలో లయతాళంతో మేలగించి చేసిన అనేక రచనలు అదృశ్యమైన సమయాలు ఎన్నో ఉన్నాయి. చరిత్రలో సంభవించిన విప్లవాలలో మార్పులలో వారి మనుగడ వినాశ మొందిన సమయాలలో ఇలాంటి సాహిత్యం అరుదైపోవడం జరుగుతుంది.

ఎన్నో నాగరికతలు వెలిశాయి. వారి సంస్కృతి పరిమళించింది వాంఙ్మయ అభివృద్ధితో పాటు సంస్కృతి అభివృద్ధి అయింది. భాషవికృతిలో నాగరికత వినాశమొందింది. కాని సాహిత్య పరిమళం ఎప్పటికి నిలిపోతూవచ్చింది. బావసాహిత్యం ఒక భాష నుండి మరొక భాషతో కలవడం ఆగిపోయిందంటే. ఆ భాషలు ప్రజా ఆదరణ కోల్పోతాయి.

ఉర్దూ భాష ప్రజా ఆదరణ పొందింది. అందులో సహన భావం ఉంది. ఎంతో కాలం వాడుకలో ఉంటూ వచ్చింది. దాని కొత్త హుందాతనం వచ్చింది.

ఉర్దూ భాష వికాసవంతమౌతూ ఎలా ప్రగతి సాధించిందను, దాని రచనలు కవితలు, సాహిత్యవిమర్శనలు, పరిశోధనలు పరిశీలనలు ఒక్క పర్యాయం ఆలోచించి చూచినట్లైతే అవన్నీ బహుజన సంప్రీతి చెందాయనడంలో సందేహమేమాత్రం లేదు. ఈ నాటికే ఉర్దూ సంస్కృతి, కవితలు ఒక ఎడతెగని ప్రవాహంలా ఒడుదొడుగులు లేకుండ, సతతం సమాజంలో పొంగి పొరలుతూ ఉన్నాయి. పై పెచ్చు ఉర్దూ వాంఙ్మయం దేశ ఇతర భాషల అభివృద్ధికి ఎంతో దోహదపడింది. దేశవిభజనానంతరం ఉర్దూ ఇతర భాషలకు సమన్వయంగ తోడ్పడుతూ వచ్చింది. దేశ భాషల సమగ్రతకు. దేశ భాషలన్నిటిలో ఐక్యత. భిన్నత్వంలో ఏకత్వం సాధించడానికి ఉపయోగపడింది.

లిపి వేరైన ఉర్దూ మరియు హిందీ భాషలలో వ్యాకరణ ఆకృతి ఒక్కటే. అలాగే వాంఙ్మయం మరియు సంస్కృతిలో కూడ పోలికలు ఒక్కటే. ఈ సత్యాన్ని ఎవరు కాదనలేరు. భారతీయ సాహిత్యంలో ఇదొక ఆభరణ. సాహిత్య ధనాగారం కూడ అంచేతనే భారతీయులలో సాహిత్యపరంగ, జాతిపరంగ ఇదొక సత్సంబంధాల వారధిగ పని చేస్తూంది.

''కాలము పరిగిడుచున్నది ఒక్కొక్క కిరణం కొరకు
జీవనము గిపెట్టుచున్నది గోష్టి కొరకు''

అని మెహఫిల్ కోసం విలవిల లాడతారు. ప్రతి మానవుడికీ ఒకదారి, ఒక ప్రయాణం, ఒక గమ్యం వుంటాయి. కాని ఈనాటి ఆధునిక మానవుడు ఎటు వెళ్తున్నాడు ? ఏమి పొందుతున్నాడు ?

''నేటి నూతన మానవుడు తనదారిని విడనాడి
పోగొట్టుకున్నాడు తన తలంపులు, నమ్మకాలు''

అని ఖయాల్‌గారు సరిగ్గానే గుర్తించారు. ఈ క్రింది పంక్తులు చూడండి.

''మిత్రులార మీమీ ఇండ్లనుండి బయటికి వచ్చి చూడుడు
ఎవ్వని వాకిట వెలుతురు కలదో వాడు భీతుడై వున్నాడు''

సజ్జనుడు భయపడి బ్రతకవలసిన దుస్థితిలో వున్నది ఈ ప్రపంచం.

ఈ పుస్తకంలో ఖయాల్‌గారు ఒక భావుకుడిగా, ఆర్తి కలవాడిగా, జీవితానుభవాల నుండి పిండుకున్న కన్నీటి చారలతో నిరాడంబర దైవ చింతకుడిగా, ఎప్పటికీ ముగియని అన్వేషణా పరుడిగా, ఎప్పటికీ ఆపని నిరీక్షకుడిగా కనిపిస్తాడు. కేవలం అనువాదం చదివి నేనేర్పరచు కొన్న అభిప్రాయాలివి. మూలంలో ఇవి ఇంకెంత రసరమ్యంగా వున్నాయో ? మొదటిసారిగా నాకు ఉర్దూరానిలోటు తెలిసి వచ్చింది.

ఈ కవితలు చదివితే ఖయాల్‌గారు తన మాతృదేశాన్ని ఎంతగా తన రక్తంలోంచి ప్రేమిస్తాడో అవగత మవుతుంది. ఈ కవితలు చదివిన ఎవరికైనా దేశ సమైక్యత ఎంత విలువైందో, అత్యవసరమో తెలిసి వస్తుంది. ఇంతమంచి అనుభూతులతో, ఆలోచనలతో కవితలల్లిన ఖయాల్ గారిని మనసారా అభినందిస్తున్నాను.

రెండు మాటలు

డా. ఎన్. గోపి
ప్రొఫెసర్ & హెడ్
తెలుగు విభాగము,
ఉస్మానియా యూనివర్సిటి

కంద్ హె–హింద్ అనే ఈ కవితా సంపుటిని ప్రసిద్ధ ఉర్దూకవి శ్రీ ఫైజుల్ హసన్ ఖయాల్ గారు రచించారు. కంద్–హె–హింద్ అంటే హిందూదేశం యొక్క మాధుర్యం అని అర్థం.

ఉర్దూలో రచించబడిన ఈ కవితలను ఖాజా మొయినుద్దీనుగారు తెలుగులోకి అనువాదం చేశారు. ఈ సంపుటిలో స్వేచ్ఛారూప కవితలున్నాయి. గజళ్ళూవున్నాయి. అక్కడక్కడ ఛందోగతిలో పరుగెత్తే పంక్తులూ వున్నాయి. మొదటికవిత 'స్తుతి మాల'లో

''ప్రతి ఉచ్ఛ్వాస విశ్వాసలో అల్లాహ దేవుండు ఖ్యాల్'' అని తమ దైవ చింతనను ప్రకటించారు. నగరజీవితం ఎంతో సంక్లిష్టమైనది. ఇక్కడ మనుషులకు మధ్య అనుబంధాలు పలుచగా వుంటాయి. అందుకే ఓ గజల్లో ఖయాల్ గారు

''తాటి కాయ అక్షరాలతో నన్నెరుంగు పత్రికలు గానీ
నేనెంతవరకు ఈ నగరంబున అనామకుడనై వుందు''

అని ఆవేదనను ప్రకటిస్తారు. నగరంలో చెలరేగే కృత్రిమ కల్లోలాల గురించి ఖయాల్ గారు

''ఈ పురిలో ఎక్కడ ఏమూలన నక్కియున్నారో
చీటికి మాటికి క్రొత్తక్రొత్త ద్వేషాలు రేపేవాళ్లు''

అని ఖయాల్ గారు ప్రశ్నిస్తారు. ఖయాల్ గారిలో కవితా తృష్ణ, తపన అపారంగా కనిపిస్తున్నాయి.

హైదరాబాదు పట్టణము స్వాతంత్ర్యనంతరం వచ్చిన నూతన కవులలో శ్రీ ఫైజుల్ హసన్‌గారు ప్రసిద్ధులు.

క్రీ.శ. ౧౯౯౨ మరియు ౧౯౯౩ వ సంవత్సరము నుండి దేశం వట్టి దుర్భర, దురవస్థలకు ఆలవాలమ్మైనదో ఈ దుఃఖ పూరిత సంఘటనలు ఈ సంపుటి యందు ఈ గజల్ల అడుగు భాగాల్లో గోచరించును.

ఎటుచూసిన అగ్నిజ్వాలలె నేటి గందరగోళ స్థితులలో పట్టణాలకు పట్టణాలె తగులబడిపోతున్న తరుణంలో ఆలోచిస్తే దీని వెనకాల ఏదో చెయ్యి ఉంటుంది. ఆ చెయ్యి ఎప్పుడు సుఖం సౌఖ్యం సంభోగాలు అనుభవిస్తునే ఉంటుంది.

ఇట్టి విషయాల గమనించి ఖ్యాల్‌గారి తన ఆవేదనను తన పద్యాల ద్వారా ఎంతో చక్కగా చూపినారు. వారు పద్యము ఇట్టు విషయమా అని వైద్యుడు న్యాయమూర్తి అంతకుడేనా అని ఆయన తన ఆవేదనను ఎవరికో చెప్పకొని బాధపడతాడు. ఇది కేవలం వారి ఒక్కరి బాధయె కాదు. నేటి పీడితులైన మానవ కోటి బాధ మరోచోట జిగేలుమని వెలుతురును చూసి ఆశ్చర్యపోతు ఇది ఎట్టి వెలుతురు , వెలుతురు సుభానికి చిహ్నం కాని ఈ వెలుతురు ఎట్టిది ఎవరి ఇల్లు తగలబడుచున్నది. ఎవరో తుంటరులు తన కసితీర్చుకొనుకొనుటకు పొరుగువాని ఇల్లు తగులబెట్టగ రేగిన మంటలు వెలుగులా లేక కక్ష సాధనలో ద్వేషము అనే మైకములో కన్ను మిన్ను తెలియ తన ఇంటినె తగులబెట్టుకొన్న మంటల వెలుగుల మొత్తం పై ఏదైన ఇట్టి మానవ కళ్యాణ రహిత కృత్యముల వల్ల ఇరుగు పొరుగులు కలతల పాలగుదురు. కొందరికి ఇట్టి కుచిత కార్యాలవల్లనే తృప్తి సంతృప్తి కలుగును. అట్టి ప్రవృత్తి కలవారు ఆలయాల, దేవాలయాల, మసీదుల పేరిట అమాయక జనాన్ని రేకెత్తించి భయాందోళనలను సృష్టించి పేరును అక్రమ ధనాన్ని ఆర్జించువారు ఎందరిట్టివారు ప్రకృతులను ఖ్యాల్ చక్కగా తన కవిత్వము ద్వారా తెలిపే కవిత్వాలు పద్యాలు ఎన్నో లభించును. ఇన్ని హృదయ ఆవేదన కల్గించే సంఘటన వల్ల ఖ్యాల్ గారు కవిత్వములో చోటుచేసుకొన్నవి.

బారెడు చూప చారెడు ఇవ్వని కుటిల ప్రకృతి వాళ్ళు నాయకులుగ చెలామణి అవుతారని. వారి మోసాలకు గురికాకుండా ఉండటానికి ఎన్నో పద్యాలుద్వారా చూపిన చక్కని వైతాళికుడు ఖ్యాల్ గారు తన మాతృ భూమి అయిన పట్ల అపార ప్రేమ చూపిన దేశాభిమాని ఖ్యాల్ గారు. వీరి అనేక పద్యాలలో దేశాభిమానం దేశభక్తి తొణకిసలాడు చుండును.

రాజబహదుర్ గౌడ్

వీటిలోని శృంగార రసం మరి మెరుగులు దిద్దుకున్నది కూడ కాలానుగు ణంగా నూతన సమస్యలు పుట్టుచుండును. అట్టి సమస్యల పరిష్కారం నూతన పద్ధతులే కాక పాత పద్ధతుల కూడ. కొత్త రూపం ధరించి పరిష్క రించును.

ఏ పేరుతో నిన్ను పిలువాలో గోచరించకున్నది. చూపుల్లో కుసు మాలు ఉన్నవి రాళ్ళనీ చేతుల్లో ఈ పదాన్ని చదువురులు తమతమ అభిరు చానుసారం అర్థం చేసుకొంటారు. ఇది తన టక్కు ప్రియురాలి ప్రకృతి వర్ణణ కావచ్చు. లేక ఇది ఒక ప్రాణమిత్రుని చేతిలోని రాయిని చూసి వర్ణించిన వర్ణన కావచ్చు. నిన్నటి వరకు మిత్రుడే కాని పరిస్థితుల ప్రభావం వల్ల రాయి పూనిన మిత్రుని గురించి కావచ్చు తన ఎత్తులను జిత్తులను సమమూఖుగుణంగ పరిష్కరించుకొనుటకు చూపులల్లో పువ్వులు చేతుల్లో రాళ్ళు ఉండవచ్చు. పువ్వులు వాని బహిర్గత రూపం. రాళ్ళువాని అంతర్గత రూపాన్ని ప్రకటించు భావమని అర్థం తీసికొనవచ్చు.

ఇది గజల్ రూపొందించుకొన్న నూతన పద్ధతి ఇట్టి పద్ధతిని ఫైజుల్ హసన్‌గారి ఆకళించుకొన్నారు.

ఖంద్ హింద్ (భారతకలకండ)

ఫైజల్‌హసన్‌గారి నాల్గవ పద్యకూర్చుసంపుటం పూర్వం ఫైజుల్‌హ న్‌గాత మూడు సంపుటములు ఉర్దూలో మాత్రం ప్రచురింపజేసిరి. కాని ఈసారి వీరి తన పద్యాలను ఆంగ్ల ఆంధ్ర భాషలందు అనువదింపజేసి మానవాంధ్ర ప్రజానీకానికి చక్కని సందేశం అందజేసినారు. ఇది వీరి తొలి ప్రయత్నం.

బహూూష ఫైజుల్ హసన్‌గారు సప్తవార్షిక ప్రణాలికానుసారం తమ పద్యాలను సంపుటరూపం ఇచ్చుచున్నారు. వీరి తొలి పద్యకూర్పుల సంపుటం క్రీ.శ. 1965 లో మౌజెసబ గాలి, అలలు - రెండవ సంపుటం క్రీ.శ. 1972 లో సుబాకా, సూరజ్, ఉదయ సూర్యుడు తృతీయ సంపుటం క్రీ.శ 1779 లో కాంచ్‌కా శహర్, అద్దాలపురి, ఇప్పుడు తమ నాల్గవ సంపుటం ఖందేహింద్ (భారత కలకండ) తీసికొని తను శ్రోతల ముందు వచ్చారు.

పద్యకూర్పు సంపుటలో 3 నాతలు (దైవస్తోత్రాలు) దే 1 - క్రైవా రము 34 గజళ్లు, (శృంగార గీతాలు) 2 - పద్యాలు కూర్చబడినవి.

ఖ్యాల్ గారు ప్రకృతి స్వభావంగ గజళ్ల (శృంగార గేయాలు) కవి, మృదు, మధురంగ ఆలాపన చేస్తారు.

భారత కలకండ

మధుశాలలను కూడ వ్యధశాలలుగా మార్చి ఎడారులను కూడా అలకరించుటకు పూనితిమి మేము.

ఈ పైపదాలు ఫైజుల్ హసన్‌ఖ్యాల్‌గారి యొక్క ఆవేశ, ఆవేదనాలను ప్రకటిస్తున్నాయి.

మానవత్వాన్ని మంటగలిపే దుష్టులు మధుశాలలపై కూడ తన కుచిత, సంకుచిత భావాల నియమావళులు రుద్దుచున్నారు. కాని ఫైజుల్ హసన్‌గారి విశాల సవిశాల, సౌభ్రాత, దృఢ సంకల్పాన్ని చూడండి. వారు ఎడారులను సైతం అలంకరించుటకు పూనుకున్నారంటె వారిలో దాగియున్న నేరిమి, పేరిమి, ఓరిమి, కూరిమిలకు పడుతున్న తపన ఎంత టిదో మనము అట్టె భావించవచ్చు. (శృంగార రసగేయం)

ఈ గజల్ అనే ఉర్దూ పద్యం చాల నికృష్టమైన కృషి అయిన హృదయ రంజకమై. అతి పేరు వడిసిన వ్యవసాయం, ఎన్నో వందల ఏండ్ల క్రితం నుండి లభించ, ఆలకించబడుచున్నది.

దీని ఆరంభం ఈరాను దేశంలో అయిన మన ఈ భూభాగంలోని ప్రతిచోట, ప్రతినోట పలుకబడుచున్నది.

ఒకప్పుడు గజల్ కేవలం ప్రియురాండ్ల అందచందాలు, వంపు, సొంపులను మెచ్చుకుంటు శ్లాఘించుటకును, ప్రియురాండ్ల కోప తాపాలు, మోసాలు, ద్రోహాలు తెలుపుకొనుటకును, పోటీ వలుపు గాండ్రులను నిందించుటకు మాత్రమే ఉపయోగపడేది.

ఈ గజలుల వైశాల్యాన్ని కుదించి దీనిని పరిమిత హద్దులలో నియమిత మార్గాలలో నడిపిరి. స్వాతంత్ర్యసమర పోరాట సమయంలో భారతీయులను ఏకం చేయుటకు వారిలో సమైక్యతా భావాలను రేకెత్తించుటకు కవితా లోకం ఎంతో ముందంజ వేసినది. మేను పులకరించు భావాలను మాతృదేశ దాస్య శృంఖలాలను తెంచుటకు ప్రతివానిలో ఉద్రేకం కలిగించుటకు ఎన్నో పద్యారచనలు అవతరించినవి. అట్టి తరుణంలో ఈ గజలులు కూడ తన చుట్టు అల్లిన పరిమిత హద్దులను త్రెంచుకొని గజలులు కేవలం ప్రేమానురాగాల ప్రేమకలాపాలే కాక మానవ కళ్యాణ మానవ జీవితావసరాల సమస్యలు తీర్చుటలో కూడ సమర్థవంతమైన వని ఈ గజలులో శక్తి ఉందని ఋజుపరిచినారు.

ఈ నూతన విధానాలే గజలులను ప్రజారంజకాన్ని కలిగించినవి,

جناب فیض الحسن خیال کلام سنا رہے ہیں۔ مسز عابد علی خاں صاحب۔ موہن راج نگم۔ ڈائرکٹر سالار جنگ میوزیم، سعید شہیدی، صلاح الدین نیر اور رئیس اختر دیکھے جا سکتے ہیں۔

جناب فیض الحسن خیال اپنا مجموعہ کلام "موج صبح" ہند و پاک کے ممتاز شاعر جناب فیض احمد فیض کو دیتے ہوئے۔ جناب صلاح الدین نیر، نصر کرنولی اور رئیس اختر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

THANKS

*I offer thanks to the following gentlemen for their pains which they took for translating '**Qand-e-Hind.** in different language.*

1. Telugu Translation :- Late Mr. Khaja Moinuddin
   of Poetry (Veterinery Asst.)

2. English Tanslation of Poetry : Prof. P.V.Shastri

3. Hindi Script : Mr. Aziz-ul Hasan.
   Not the Translation (Also known as Aziz Bharti)

4. Urdu Calligraphy : Mr. Salam Khushnavees.

Faizul Hasan Khayal

I ACKNOWLEDGE

I express my heartfelt thanks to my friend intellectuals and critics who have spared their pen for contributing scholarly articles concerning the publication of 4th fresh collection of my poetry along with its translation in 3 (three) more languages.

I am specially obliged to:-

1. Dr. Raj Bahadur Goud.
2. Prof. Mughni Tabbasum, (Retd) Ex-Head, Department of Urdu, Osmania University.
3. Prof. Yousuf Sarmast, Dept. of Urdu, Osmania University.
4. Dr. Rahmat Yousuf Zai, Dept. of Urdu, Central University of Hyderabad.
5. Dr. Md. Anwaruddin, Head Department of Urdu, Central University of Hyderabad.
6. Miss Tabassum Ara Begum, M.A. (Osm.).) Research Scholar.

For articles in English to:

1. Prof. P.V.Shastry.
2. Dr. Sadiq Naqvi, Dept. of History, Osmania University.

For articles in Hindi and Telugu:

1. Prof. Mohan Singh, Head, Department of Hindi, Osmania University.
2. Prof. Gopi, Head, Department of Telugu, Osmania University.

This will be ungratefulness if I don't offer my cordial thanks to my friend Mr. Najam-Al-Ghazi (Free-lance Journalist, whose scholastics are not new), who wrote the preface of my book " Quand-e-Hind " and obliged. I would like to recall here that it was Mr. Ghazi who met over 11 years back and suggested me to publish my collection in this manner.

My Struggle is spread over 11 years (which is no doubt considerably a longer period) during which I had to face so many practical difficulties and moral hindrances. I am from within, grateful to Allah the Almighty, that I have finally succeeded in my efforts and this challenging task of collection and publication of poems, the only one of its kind as yet, in four different languages is now in your hands.

I do hope encouragement from all corners.

(FAIZUL HASSAN KHAYAL).

SWEET INDIA

Thou hast converted even mead-halls into halls of agony.
But we hath decided To decor and adorn even desert lands

The words above vouch-safe Mr. Faizul Hasan Khyal's intense passion and emotion. The wicked who destroy all (humanitarian considerations) human values are now trying to enforce their nawrow and crafty ideas on mead halls. But notice Mr.Faizul Hanssan's broad-based and deep-rooted idea of brotherhood. If Mr. Faizul Hassan Khayal has decided to adorn even deserts, one can easily understand how gre is his comprehension, patience, warmth and love.

Ghazal is a composition full of essence of beauty. It is a poem in order, exacting immense efforts and delightful. Gazal writing has become as popular as farming. Popular as it is, it is written and being enjoyed from times immemorial. Though it has its origin in Iran, Gazal is come to be sung at almost every place,by every one in this our land.

At one time this form of poetry (Ghazal) was exclusively used to describe lover's beauty. It was either a panegyrie an admiration of lover's physical slature or an expression of the lover's frettings and fumings, their deceptive and fraudual ant nature or a criticism of the rivals.

But later on attempts were made to widen its scope and make it more systematic. This form of poetry, the Ghazal advanced a step forward in the field of poetry in fostering unity and in kindling the idea of oneness among Indians during the struggle for freedom. Several poems caome into being inspiring everyone to fight to to free their motherland from the fetters of foreign yoke. It was at this juncture, Ghazal too, breaking the cardon, and instead of confining themselves to the world of lovers and their amorous play, started embracing the entire mankind and have given ample proof of their inherent capacity to be used as effective media of expression in solving not only

the varied problems of mankind but also assuring its weel-being.

This new approach of Ghazal has won for it the admiration of the people and has enhanced it's charm. Thus the Ghazal moulded itself into a beautiful and powerful form.

Fresh problems crop up with the passage of time, and usually novel devices are evolved and employed to solve them. The problems are solved; sometimes by employing methods in a new way too.

Mr. Khyal says

It is not known by which name you are to be called.

"There are flowers in thy glances and stones in hands"

Different readers interpret this statement in their own different ways. Perhaps that could be a description of nature by his love or of a bosom friend holding a stone in hand. He had been his friend till yesterday. But today he is a changed man a friend with a stone in hand. He may be the country's head or a justice. To make the best use of to solve his own schemes and moves he may have flowers in glances, stones in hands. The flowers are his exterior, stones his interior. That means he has a beautiful exterior with an ugly interior. The flowers in looks and stones in hands indicate this.

This is the new style that Ghazal assumes and Mr. Faizul Hassan Khayal has caught this new method of Ghazal.

"Sweet India" is Mr. Faizul Hassan' s fourth collection of poems, While the earlier three collections are publised onely in undu, Mr. Faizul Hassan Khyal presents the fourth collection of poems in English and Telugu be sides Urdu for the people of Andhra with a valuable message. This is his maiden attempt in this direction.

Perhaps Mr. Faizul Hassan Khyal follows a seven year plan in hiswritings. His first collection of poems was published in 1965 under the title "Wind Waves (Mauje Saba). His second

in 1972 under the title "The Moring Sun (Subhaka Suraj) and third in 1979 under the title "The Glass City" (Kanch ka shaher.) Now he is presenting his fourth collection under the title"Sweet India' (Khand-e-Hind). In this there are 3 Hymns 34 Ghazals and two poems.

Mr. Faizul Hassan is originally a Ghazal writer, rendering them in a sweet and pleasaent manner. He is prominent among post-freedom Hyderabad writers. His Ghazals in this collection stand eloquent of vicissitudes through which the country passed during 1992-93. The concluding lines of each Ghazal disuss the tragic events. Flames around, present day chaos-cities set on fire- one after the other - when one ponders over all this, one sees an evil hand behind all this - a hand stealthily enjoying happiness, comfort and luxury. Having been all this vandalism, Mr. Faizul Hassan is so touched that gives vent to his heavy feelings in an admirable way. He is shocked to see in a Doctor, a murderer, he is shocked to see in him a justice. When a doctor and a justice are murderers themselves, Mr. Faizul Hassan questions himself as to whom he should go for redressal of his grievances. This is not just his agony but the agony of hundreds and thousands. There is light, bright light, dazzling light - a sysmbol of hope and bright Future. Is it the light of the sun, bulbs or flames? If on flames whose house it could be? It is the result of spite, malice, jealousy, hatred. He opines that such acts of inhuman curelty bring woe to both the rival groups. Some derive pleasure indulging in such narrow acts - such people, either in the name of Mosque or temple instigate the innocent, create panic and amass dishonest money-break peace into pieces. There are many poems which describe such events. Mr. Hassan remaining unagitated and living on hope tries to expose the hypocratic and hypocrisy. He strikes a note of warning to all to guard the society against the havoc caused by the unsocial elements. Mr. Faizul Hassan Khayal is a great patriot a lover of manking - and his poems speak volumes of this.

Dr. RAJ BAHADUR GOWD

12-4-1995

KHYAL - THE POET WITH CONVICTIONS

Dr. Sadiq Naqvi
M.A. M.Phil, Ph.D.,
Department of History,
Osmania University,
Hyderabad A.P.

If a poet needs to be a man with sensative heart and creative intelligence, who knows khyal since last three decades, will like to confirm that he has these traits. What is rather good of khyal is his devotion to his art. He is a poet, in and out. It is not possible to extract his poetry from his personality.

It may be that because of this, he is always alive to what happens around him. Any incident, which occurs to destroy the culture, tradition or the spirit of tolerance, makes him use his poetry as a weapon to fight, but it also makes him a messenger of human values over which the culture more so of Hyderabad is established. You will find a number of stanzas in his poetry exhibiting it. To quote a few from among them I have selected the following:-

"Those who rouse bonfires, even in flower Orchard;

How Mute have they become those of this age"

"Quite mysterious, where those who kindle new hate often Hath corneded themselves in this city"

"Your culture and reforms might bring about your own end; Those who can afford will erect their own nests "

in another poem he writes ;

"What breath has undertaken the protection of our age?

'Tis the hustle and bustle of passers by around ;

It is only with the pre-occupation of thy thought blosom thousands of roses;

Who else is there but you to sing full-throated;

Yet another poem starts with these lines;

"Whom wilt you ask for justice for your murder"

The Justice hath stationed himself at the assassin's lodget,

"'Tis when blood oozes on the earth and When hands become stained

We have to decide then and there"

But it is not only the darker part of the Picture which his poetry reflects, but he often gives a message

pointing out the ways and means, through which these forces can be destroyed. In one of his poems he writes:

"Comrades, come out of your respective houses and see
He, at whose door steps, there is light, is fear stricken;
Friends don't crowd round us as destitutes and ill-fated;
There are many griefless bowels with our hermits;"
In another poem he wirtes:
"I am consumed but your city is glowing with lights"
"What is burning is not the lights but the passionate heart"

KHYAL is a Urdu poet, born and brought up amids the traditions and culture of the historic part of the Hyderabad city. Like many other poets of this part, he too values the love over and above all the values. The love for him is the boundage of the human hearts over which the culture of the City is formed. His poetry richly reflects this. In one of his poems he writes;

"I'm aware of the norms of love
That is I lay my hands on it beyond bounds'
I shall be burnt to ashes ;
Multitudes of people have taught principles of love"
"But the exquisits nector line utterances of thine shalt he my armour"

I can quote any number of lines, but I am afraid that my paper may change into a lengthy essay, which will be a burden over a reader, who would like to read the poetry himself and form his own ideas;

But before I end this short study I would like to mention that what you are reading is the translation.

The translation that too of Urdu poetry into English is a difficult task., The two are the representatives of two entirely different cultures and environments. The diction, symbols, values and even the meters of Urdu Poetry is totally different from that of English.

Then there is the problem of languages. The translator has to have complete command over both the languages. He should have ability to read through the words and symbols, the thought and the imagination of the poet.

I would like to congratulate Mr. P.V. Sastry, who did this job so very well. Often it looks as if it is not a translation, but the poet has written it originally in English

It is also to be noted that it is the first time that the poetry of an urdu poet is being published in four languages. Urdu, English, Hindi and Telugu.

I would like to congratulate khyal for this and hope that his book will be well recived in literary world.

Dr. Sadiq Navi
27-3-1995

A WORD OF PRAISE

Mr. Faizul Hasan, who writes under the pen name Khyal is well know to the people in and outside Hyderabad as a creative poet. He is a man of convictions and sweet, sonorous verses bear ample testimony to this fact. What ails the poet is the present-state of society. He laments the loss of values.

Mr. Faizul Hasan is a poet with guts. In that he comes out lashing at everything that degenerates mankind. He commends what is right and good and just, and condemns what is wrong, bad and unjust. This he does sans reservation.

His axe falls on intolerance, immodesty, irrespon sibility, indecency, indifference, apathy, acts of violence, merciless slaughter of fellow human-baings, spite, malice, averiee, ill-will, envy, lust for power, position and pelf. He mourns the loss of truth, beauty and goodness (Satyam, Sivam and Sundaram) honesty, sincerity, integrity, fidelity, generosity, faith, tolerance, simplicity and adjustability.

His verses also reveal his concern for his fellow human-beings. His compassion, compunction, commiseration, consideration, love, affection for the poor and down-trodden are all clearly reflected in his poety. He is a poet of harmony. He believes that distinctions based on caste, colour, community, religion will only lead to extinction of mankind. Hence he has been endeavorring for the past three decades to enlighten people about the disastrous consequences of disintgration and demoralization. It must be said to his credit that he has succeeded in making the people realise the threat being posed by divisive and disruptive forces.

Mr. Faizul Hasan is a secular and religious poet. His great love for mankind and his unshaken fatith in God reveal his secular and religious spirit respectively. He is a satirist and there is irony in almost every line. The lines "Great me a heart that seldom leave thy state where Allah is present in every breth" The line "Hope the chanting of thy name will rule every heart reveal the poet's deep faith in Allah.

The line's when I emerge as the blazing mirror on thy scene I shall bestow on every new heart, the radiance of the new go to show his high ideal in life.

The lines' Those who rouse bonfires in flower ordhard Roses thou hast distributed till yesterday But hath received in turn pikes to wear."

The lines' 'Tisman who bullies man and is bullied in turn

The lines' All hath perceived my cheful countenance But how many have seen the innermost of my heat speak volumes of the man behind them.

His poetry is the spontaneous overflow of emotions, recollected in tranquility.

His poetry is the spontaneous overflow of emotions, recollected in tranquiliyt.

An attempt has been made for the first time to translate his poetry into English language. Hope the readers will bear with it since it is amaiden attempt.

It is earnestly hpped that Sri Faizul Hassan's poetry which is thought pro- voking will bring about the desired change in the attitudes of people and pave way for lasting peace and peaceful co-existence.

May Allah grant him long life, health, peace, prosperity and strenth to serve the cause of numanity to the best of his ability. May He crown all his efforts with success.

(P.V.SASTRY)

FOREWORD

There are innumerable instances in the history of literature that magnum opus of different kinds become rare, scant and even extinct due to upheavals and variations.

Several cultures and civilizations emerged and vanished alongwith the rise and fall of languages but their vestige still remains. It is a fact that whenever association and transformation of terminology, words and phrases of a language into the other got stagnant, then these languages lose their popularity in populace.

Urdu is credited to be the most popular language due to its temperament of tolerance, elegance and endurance.

Looking towards the journey scanning the evolutionary process of urdu prose, poetry, literary criticism, research and reviews, even today it is justified to claim without any predilectia and prejudice that urdu has reached and achieved the heights and goals of popularity which it deserved for. It is right to express too that urdu culture, prose and poetry with its spring and stream are not withered as yet. On the contrary, urdu has contributed immensely a lot towards enriching the other Indian languages, even after the partition of India. In the multilingual context of the modern India, the role of urdu can not be neglected and denied as a language of common media converging members of different languages towards unity and oneness.

Apart from the scripts, urdu and Hindi both sound similar and have same grammatical structure; it is also a distinction that they have common literary and cultural values accepted by one and all and this can be considered as a jewel of Indian linguistic and literary treasure.

Consequently it is really needed to promote positively, the racial and linguistic relations of Indians, that too, with pride and sense of patriotism and for this

purpose, it is required to translate the literature of various Indian language into one another and to use it as effective measure to bridge the racial, religious and linguistic gaps with love and affection and thus induce the true sense of national integration.

Keeping this object of friendliness & cooperation in mind, Mr. Faizul Hasan khayal has decided to come out with the collection of urdu poetry Qand-e-Hind with translation of it into English and Telugu including its transcription in Hindi. According to a couplet of Mr. Khayal that

"Mujhse Kya puchteho Dosto Rudad-e-Chama
Haal gulshan ka mere ashake-rawan kahte hain"
(what do you ask me about the details of the garden my flowing tears will declare the condition of it.

India today is passing through such a linguistic intolerance that it requires renaissance rearrangement and reorganisation of the legendary Indian National unity and this is a real question mark for us all.

This first and foremost effort of Khayal has to be admired by all and in other words it is a direct challenge and a blow to the demon of linguistic intolerance hovering over India.

It is quite justifible to add here that endeavours of Mr. Khayal, the poet, may be considered as a dawn of the new sun which is about to rise in order to inspire and encourage the understanding and realization, very need of the day, that is to preach of linguistic tolerance. Infact the revival of homophoney and human fraternity in India depends upon the response on the Khayal's attempts and efforts.

Perhaps this the first occasion that a book consisting of the collection of poetry has been published in four, different languages all at once.

I do hope that our poets, writers, literary critics and intellectuals will definitely appreciate this publication.

Najm Al Ghazi

3
SONGS ENCOMIUM

Thou art flower fragrance and Thou art Yourself the Orchard Sweet
Thou art Wrathful, justice and Treasure house of compassion
Thou art the beginning, middle and end, Thou being Omni-Present
Thou art the Lord not only here but also there Thou art omniscient

There dwelleth in all the World's Your kindness and Compassion
Trust in Thee, to every one, is his reliance
Thou art the Lord, Master and Means, Thou art yourself the repport
To the Seven Worlds Seven Seas and Seven Skies;

Thou art manifest in every particle and atom
Of the World of Mountains, thick woods, deserts and Heavens;
Man is the highest of all creation
O' God enlighten me why I ever sing Thy Praise

How to lead a life of happiness and peace
Sans succumbing to its ups and downs
Grant us a heart that Seldom leaves Thy state
Where ALLAH is present in every breath

Nat-e-Sharif

He on whom Thy gracious looks rest
Him follows Allah and he deserveth Heaven

Let our life's Standards be these for ever
With Love and affectionfor Mohammed Mustafa Sallal Lahu Aliahi Wasallam.

This is God's Grace we have His kindly looks wielding on us:
But for this, it would have been hard to survive here

Our earnest appeal to the World's highest Authority is this All
To grant us the good fortune of His Vision atleast in our wishes

Suffice it to chant the name of sarkar
Where human efforts prove invain

Enough is Thy brows gesture, in swimming across the Sea of Life;
Cast Thy look for once Thither O' Thous perfect man

'Tis certain, the heart that is fortunate enough to chant the Prophet's Nam
Will rise to be the supreme of all mankind

Chanting of Thy name is the only way of atonement of all my sins
O' Divine transform this wreath of Hymns into a great Writing;

Hope the chanting of Thy name will rule every heart
O' Lord hope this Good fortune become our throat's full cry;

When I emerge as the blazing mirror on Thy scene
I shalt bestow on every new heart the radiance of new lights

Breaking asunder the gloomy hearts,
I shall lead them on to the lofty path

Shalt sprinkle smiles on the Countenances of inarticulate hearts
Papers art there in violet hue with letters as bold as palm-fruit

But how long shall I remain obscure in this City
Time is only a moment's bliss

But I shall present to Thine unchanging eyes
a Garland of pleasant dreams

The niceties of Thy arms have settled down in my Magic bowel
Wherever I set my foot, shall I prove to be princely Son

I'm aware of the norms of love
That if I lay my hands on it beyond bounds I shall be burnt to ashes

Multitudes of people have taught principles of love
But the exquisite nectar line Utterances of Thine Shalt be my armour.

Whenever the impact of best of the desert is felt
Shall I rest on Thy densely bowered shaded cot

Those who rouse bonfires even in flower Orchard
How Mute have they become those of this age

Quite mysterious, where those who kindle new hate often
Hath cornered themselves in this city

Your culture and reform might bring about your own end
Those who can afford willerect their own nests

There are neither stormy hearts, nor those who hurl stones
Perchance'tis the impact of time, those of this age hath turned stony

Sprang into being many orbits of the Sun with the spread of melancholy rays
And strangely enough many adoring the deserts hath been turned into Suns

Declaring themselves as deliverers from sorrow
Those who failed to understand my sorrow

Those who could kindle unextinguishable flames even in Water
Hath entered the fierce forests to console me

Khayal, one must wear the crown of the spirit of time
Otherwise, will thses philanthropists scale on heads to ride rough shop;

There was in your Orbs Sea of running tears
But in ours an intenser fierce storm

Fragrance emerging out of rose Orchards in every atom of Thine
Sights catering pictures que scenes in every look

Delights were with me of every season
But the agonies of your sweet recollections were quite in proportion tomy mite

Thy too wert passers by with me
Pointing out at the senes of destination

Hath obtained at every place gifts of Hostilities
Your infatuation being testimony of your fondness

Whit the advent of moonlight celebrations were on their way
Every where in the flower garden filled with your sweet Memories

We wert being hurt even by petals
There wert neither mirrors nor stones in Thy hand

But Your life's spirit absorbed in my breath
Every moment much dearer than life itself

Where the traveller hath committed murder is mysterious KHAYAL
Strangely enough there wert neither travellers nor guides

Time is fleeing for every beam of light
Life is raising a hue and cry for debate

Moonlight is seen resting on the flower bad with a broken heart
As refugees yearning for their homeland

The limits of the enlightened confine to earth and heaven
Gallows being objects of Osculation to the mad, as love to the lunatics

Walks are Benares Mornings, the standing Tajmahal
As if the rest belong to Deccan

Tho' there are Sundials at every step
Time is starving for every ray of light

My heart I hath transformed into astanding mirror
For holding each of your furtive looks

Roses Thou hast distributed till yesterday, KHAYAL,
But hath received in pikes to wear.

All hath perceived my cheerful countenance
But how many hath peeped the Innermost of my heart

One who does not feel the bonds of your affection
Wilt remain single wherever he goes

Why do you feel sorry when matter are discussed
About which you do not know

Till such time light does not shine in your mind
Whatever you do does not help glow your mind

Perhaps all are in a State of deep Slumber
Who is going to awaken them from such a State of Drowse?

He, whom, we helpless thought our Saviour
Mighty be dwelling in your City unknown

Look at your starlike Tearful drops, KHAYAL
'Tis in a moment or two the entire dias with glow

I shalt make Thy name heard whatsoever Season it may be
I shalt even sacrifice Honour and life to obtain Thee

Scribe on my brow what is my lot
I shalt get it scribed by Thee alone

Lovely letters and meadlines art Thy robes
I shalt sing to others the accounts of your aroma

He who walks your way with his head high
I shall strew your path with the carpets of my eyes

To whom shall I report and who wilt heed
My hands I shall fold like a mirror

Why bickerings with me in affairs of your kith and kin
I shalt extend my hand of friendship even to foes

Whom wilt you ask for justice for your murder
The justice hath stationed himself at the assassin's lodge

'Tis when blood oozes on to the earth And when hands become stained
We've to decide then and there

It looks as though the breathing of buds hath stopped
But where hath ceased the spirit that transforms buds into flowers

All are witnessing the cheerful countenances
But who is watching what is happening to us?

Every one at every place is searching
But He is moving with us beguiling our eyes

He who hath granted smiles to Thousands of flowers
Is himself waiting now for their smiles

All are sitting with their faces in their knees
And the age is carrying on itself:

The Universe calls the assassin the life giver
But is it possible to call light, darkness

Stones are hurled from all sides in the Seminars today
Whom shalt we brand as sane and whom unsane

What type of civilisation is this? humiliating your own kith and kin?
'Tis not the Orchard of flowers but the frontis of sweet recollections

The silence of Flowers, the stillness of dawn, but the wood cautions
To call the bright Seas as the assemblage of darkness

They are not mead-halls but slaughter houses
Where are fanned incidents of flames

People enquire about circumstances KHAYAL
Your ferocious facial expressions can't be contours of each face:

Acts of Sacrifices at altars and acts of reform
Of non-pacifists, quarrelsome - people and those who thrive on quarrels

Wilt change into acts of kindness mercy, pity and generosity
'Tis everywhere our events and our tales

New events have been happening
Since ferocities have been abandoned and since the ferocious hath abandoned their sojourns

Life is skipping all by itself in the flower garden
Only God knows the shape of things to come

Who this could be, dressed as a novel guide
Novel events hath started happening almost every day

The path taken recourse to the Long unfulfilled goal
Unthinkable are the diverse forms of your dear ones

I'm scribing His Accounts, KHAYAL,
Whose kindly looks grant life's transmissions?

Solitariness and travel through deserts hath been my lot
There is no body, no new course I am not aware of

Reverberating in all directions your delicious tone
Surging like foam hath been stirring charm

The True nature of many hath come to light
Friends thanks for arranging a fine Seminar

In that those who chant your name as auto-suggestion
Are blasting your foot-prints

Some in the name of Temple and Mosque
Are paving way for inhuman cruelty

The time is out of joint, but it will soon change
O' Destroyer the time hath come for accusations

When wilt good days come to us
When wilt Thou transmit Thy gracious looks

This is what my mind's eye is questioning, KHAYAL
Who hath obtained to pride of place in the show of knowledge

See how bunteous is my friend's sympathy for me
See how my rivals always discuss me

Those who hath endangered the dignity of classics and Seminars
Art now ruling the hearts

I am still theirs living as I am away
See how they are going to redeem me

Only the brilliance, your love and affection remain
But friends have blown them off too

See how many fit are standing in Queue behind the unfit
Notice the ways in which the inarticulate have come to rule Kingdom

The deserving at the bottom and the undeserving at the top
How sweet is the account of the crafty

Drawning in the Sea of sorrow, But see how
MIrth is musing on our lips

It is not in my nature to dream
My stories are stories of awakening

Why has moonlight confined itself to one Orchard
See how the Story of deserts hath spread far and wide

At this smiled many smiles my hearts accout, KHAYAL
There were showers of tears raining in his orbs too

See how bunteous is my friend's sympathy for me
See how my rivals always discuss me

Those who hath endangered the dignity of classics and Seminars
Art now ruling the hearts

I am still theirs living as I am away
See how they are going to redeem me

Only the brilliance, your love and affection remain
But friends have blown them off too

See how many fit are standing in Queue behind the unfit
Notice the ways in which the inarticulate have come to rule Kingdom

The deserving at the bottom and the undeserving at the top
How sweet is the account of the crafty

Drawning in the Sea of sorrow, But see how
MIrth is musing on our lips

It is not in my nature to dream
My stories are stories of awakening

Why has moonlight confined itself to one Orchard
See how the Story of deserts hath spread far and wide

At this smiled many smiles my hearts accout, KHAYAL
There were showers of tears raining in his orbs too

Poetry is not a dream of life's pleasantries
Recite Poetry, for Poetry is not remote from Youth

Whence Thou acquireth the niceties, pleasantries and comforts,
Lights, the good results of revolutions will not twinkle in your City

This morning is yours, Yours is the evening,
No dream, without you, My dream

Has nothing to do with you
How much time hath elapsed since your minds were left without good dreams

These distances are indications of Your Love and affection
Its not your unrelated behaviour responsible for your outbursts on us

The paucity of the Association of Good is strikingly seen
That's why people have become unmindful and less passionate of others well-being

KHAYAL, peruse the leaves of heart with thoughtful consideration
This is Poetry, a true reflection of real images, not fiction

A portion of flames kindled in towns hath now reached my hamlets
The forces of time have surrounded even innocent hearte

The races run to remove mosques
Hath led to renewed attacks on humanity

I have in a nice way created lotuses as tokens of your Memory
The tides of the deep trickled down my eyes with great affection

Thus hast converted even mead-halls into slaughter houses
But we hath decided to adorn even deserts;

Life is spurious mirror, well versed in Parading
Matchless in fabricating stories of every truth

Their hands will be severed, KHAYAL, in the age
Of those who hath vowed to preserve truth
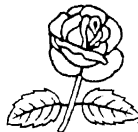
Let Serene be your gracious looks, I have nothing short
No question of geting afflicted with love

I can't give thought to any one
None but you are in my thought centre

The higher one goes the greater will be his fortune
When wings are secure, Why wilt there be misfortune

Enlist us too among the refugees
such power is not there even in the most powerful of rulers

All the gleams of the City are centred in my eyes
But the privilege of having your vision does not seem to be there in the
near futur

Perhaps Thou hast taken me for a Seasonal mad Cap
May be for this reason he is free from the rulings of Seasons

I've a strong desire and affection to see you
But repentance, holding a mirror in her arm hath staggfered very much

Along with him be new devices Charms or fetters,
He who hath in his buntiful bowel both fair and foul means

Thy know not what is heart's agony
A betrayer he hath become setting on fire my nest

Comrades, come out your respective houses and see
He, at whose door steps there is Light, is fear stricken

Friends, don't crowd round us as destitutes and ill-fated
There are many griefless bowels with our hermits

Tell me, KHAYAL where such maniacs wilt be available
who hath in them feelings that kindle a sense of beauty of the woods

Those whom I hath trusted mine own
Indeed they were first to bite like a serpent

On the very first day of spring's advent
The entir wood was burnt to ashes

I hath ne'er extended arms for alms
For, it is on Thy pity and Sympathy I hath relied

There is no place where I hath not turned my eyes inquest of you
Hath see you almost everywhere

All the delights, like a vagabond, hath been searching for me
How much hath The transformed me with Thy undaunted heart

KHAYAL, Thou hast been till yesterday in the Association of spring
Well who is the guide and who is destroyer of wood

'Tis raining stones in the City of Glass Hourses,
The murderous flag is fluttering in the lanes of City

Thou hast weeded out many a troubled heart
The hunt of the troubled heat is on in the name of comforting them

Some lamps are just flickering
The light of the burning lamps in darkness is only a solace

I'm consumed but Your city is burning with lights,
What is burning is not the lights but the passionate heart?

'Tis with rejoicing hath life been spent at last
But the trail of traditional sorrow has left remains even today

There are in the meadhall bare armed-lovers
Perhaps it is unquenchable rainy season today in the City.

The affairs of foes are uppermost than that of yours
The treacheries of friends every second are like snakes twisting roundnecks

Pondering am I what name to call you with
Flowers in looks, weapons in armsM

Hath met many with agitated hearts
He who is out to find fault with others is the meanest of the mean

Jackals have forgotten his mornings proceedings
Lord, he in whose countenance bloom beam's of light

On Visualising the spell of your mysterious vision
Only, his blessed hand will break the spine of mobs

Till today hath been seen the antique ways infront of Thy doorstep
The Tiny waves of cheer hearald the advent of moonlight

I do not now need any kind of glass,
For in every mirror beam your own images

From the Moment the tormented City hath secured succor KHAYAL,
The Conditions and circumstances leading to the City's enhancement of beauty have improved.

Thou wilt be in every body's view as the Seasons be
Your strong hold wilt have the actual reality of dawn

Every body's view will be in genuine light
Who knows the spurious dawn's glitterings

Admirers are aware of their pals' attitude
For that reason they dwell sometimes in heart and other times in one's looks

We shall conduct mornings celebrations and festivities
The incense of your Physique blooming in the dawn's gentle breeze

Piercing life's attacks, not whilrlwinds
He, whose looks art on the wounds of the broken hearts of Artists

Distances as far as ages
His eyes are every moment on your routes

The trait of a passerby is his identification
Resting like a madman watching your courses

His Joys hath ceased on his lips, KHAYAL
But my stones have attracted the attention of Public Life.

I don't know why this moment is making me mount the gallows
I don't know why the dust is tossing me about like particles of dust

With what great keen eye he must have seen me
In those deep depths he hath drowned me

Whose nights have I adorned
The day hath scorched and starved me like the burning lights

The Veils must be removed to descern the realities
The realities behind the masks must be brought into Light

The hidden life's message in the rays of the morning Sun
The Hot Noon rays have scorched me

Whose music will rouse humanity
With that cadence will I club mine

Join me in diffusing smiles, KHAYAL
I must heal the wounds of solitude;

Imperceptible is the loves unseen is the agony of ours
locked in looks beauteous is the life of ours

Today's modern man having abandoned his accepted path
Has lost his convictions and faiths

Has reached a stage when he is unable to lift his arms
And has let slip his natural way of offering Prayers

Distances have come to be considered more enchanting than close relations

We shall now see the hostilities of heaven

Some change their courses due to seasonal impacts
But, we have not yielded, and chnaged either our courses or goals due to curcumstances

Apprise the winds that raise storms
That nests afresh are being built again and again

New lights and new Scents seen every moment
It is our welt wishers who are hidening in darkness

It is only when the real nature of friends comes to light
Then is revealed who our welt wishers are

The moment the protraits of friends hath been withdrawn
KHAYAL, Time hath started admiring me.

Revered, Honourable Supreme Leader of India
New President of our Indian Republic :
Shri Shankerdayal Sharmajee.

Thou art Leader Supreme of our Country

Thou art for Love and affection a looking glass

Thou art for compassion and comradeship a standing mirror

Thou art for all times and spheres a source of confidence

Morality, Integrity, love and affection being

Your every day tidings:

Our beloved Leader shri P.V.Narasimha Rao, prime Minister of India (A Mirror holding out, India's prime Minister's real Image, exemplary behaviour and his soft utterances).

It is raining flowers

At P.V.Narasimha Rao's Doorstep.

Each stem and each branch filled with aroma

Ambrosia oozing out of each leaf;

Your opponents

Pear stricken hath put on the veils of

Shyness watching the situation

When thou profusely garlanded will step in

Here on this land

Diffusing love and affection

Life's elixir with rain

And the gate of love will gleam on earth

In the cooldreamland

Thou and we shall instal

The pale moonlight God

Watch, Watch, what is instore Every moment

The floral rain ever smiling.

Hon'ble Chief Minister, Andhra Pradesh
Shri N.T. Rama Rao

A FLORAL TRIBUTE

Adorn Deccan Plateau N.T. Rama Rao
Save Telugu Talli N.T. Rama Rao

See that no wild passions originate in any body's heart
Let not the nefarious activities of the wicked be allowed to be on spree

Thou a hast not, like others extended Thy arms for alms in the Assembly Elections
Thou hast Sung the dowry song 'The glory of our Country' for the Lok Sabha Election Campaign

The Election reflecting comradeship, love affection and Country's Prosperity;
Thou hast endeared Thyself to every heart with Thy new dynamism

Cleanse environmental pollution and beautify the City
Do Thy best to wipe off distinctions of high and low

Hoist, raise high and higher the flag of humanism
And build in every core the nest of love of and affection

Proceed exhort meticulously, N.T. Rama Rao
Our Words, our songs art love bouque for you
Bloom like buds and laugh like flowers. N.T. Rama Rao.

HEARTY GREETINGS TO D.G.P. SRI M.S. Raju

O' thou great benefactor M.S. Raju this highest office is for thee

O' thou benevolent M.S. Raju this holy and mirror like position is for thee

No more wilt darkness and gloom their sway continue on this planet bright

No more dacoits and vandals their sway continue on this planet bright

No more dacoits and vandals thrive using gestures of eyes

The reins of light art now in thy grip O' dazzling M.S. Raju

And on no festive and merry ocasions wilt houses and property burn.

assasins and monsters in human form wilt henceforth wear veils of blush

And nocturnal huntsmen peruse thy countenance

If during thieperiod any. untoward things happen

The wicked and ignominous wilt munch their own waters

This imperative for those who dwell in woods

To abide by every peason and timely help expresing gratitude

Thou art here O' Raju the time, the most reliable torch bearer of time

Buc hark ' some always tie in wait to create panic and rouse tidos of alarm

The siron of curfew will not blow henceforth during they heign of safety and security

The very name be a terror and rock the hearts of hearless goonedas

A thousand blessings and good wishes to the high office thou hiddeth now

Thy name carved in letters gold wilt go down in Deccan history forever to glow and glow

Hope thou wilt with all thy light
Beautify and cheer the night
Drive Way fears, fancies and gloor
and maks life here, with peace and happiness loom and bloom

I've come within the reach of foot-prints thou hast shown
I've got almost to the cmpass that taught the universe civilisation

But 'tis with pity I notice the sad-plight of the city once encircled by rising flames of fire,

How transformed it is in the new civilization

He, the author or murders, is now the justice Murders and countless murders, relentless, routine and all pervading

The murderer is both doctor and justice

What to talk of municapal administration O' comrade

What to talk of the gra ve justice done to the innocent O' comarade

With swords hanging on top of heads, flames underneath the feet, and hot winds

Where hath we to go for the small tender smiles ?